سلسلۂ دار المصنفین

(۵۰)

ہماری بادشاہی

یعنی آغاز اسلام سے لیکر عرب، مصر و شام و عراق اور ایران و ترکستان و
افغانستان و ہندوستان و روم و اندلس کی پوری مختصر اسلامی تاریخ

از

مولوی عبد السلام صاحب قدوائی، ندوی

مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

اسلامی مدرسون کے بچون کے لئے لکھی گئی،

باہتمام: مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ مین چھپی

طبع سوم

سنہ ۱۳۶۰ھ
۱۹۴۷ء

۲۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

ہمارے چھوٹے بچوں کے نصاب میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو اُن کو اپنی تیرہ سو برس کی قومی تاریخ سے باخبر کرسکے، ہمارے لائق عزیز مولوی عبد السلام صاحب قدوائی ندوی (اور جامعی بھی) مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) نے اسی ضرورت کو سامنے رکھکر یہ کتاب لکھی ہے، اور اسی لئے اس کی عبارت سادہ، طرز ادا سہل اور لفظ چن چن کر آسان رکھے گئے ہیں، اور زبان ایسی اختیار کی گئی ہے، جو ان کے لئے دلچسپ اور پسندیدہ ہو، واقعے مختصر لکھے گئے ہیں، کہ وہ اُن کو یاد رہ سکیں، موقع موقع سے ان کی قومی نخوت اور مذہبی غیرت کو بیدار کیا گیا ہے تاکہ تاریخ کا فائدہ حاصل کریں،

یہ مسلمانوں کی اُن تمام بڑی بڑی سلطنتوں کی مختصر اور آسان تاریخ ہے جو گذشتہ صدیوں میں روے زمین کے اطراف میں اُنھوں نے قائم کیں، گو تمام سلطنتوں کا اس میں استقصا نہیں کیا گیا ہے، تاہم کوئی بڑی سلطنت چھوٹنے نہیں پائی ہے، خلافتِ عباسیہ کے قیام تک اس کے تحت کی بادشاہیوں اور

ریاستوں کا حال الگ نہیں بلکہ اُسی کے ساتھ ساتھ لکھا گیا ہے، اور کسی کسی کا ذکر حاشیوں میں کر دیا گیا ہے،

دعا ہے کہ یہ کتاب بچوں میں مقبول ہو، اور اس سے ان کو فائدہ پہونچے اسکولوں، مدرسوں اور مکتبوں کے کارکنوں اور معلموں سے درخواست ہے کہ وہ اس کو اپنے نصاب تعلیم میں جگہ دے کر اسلامی نصاب کی ایک بڑی کمی پوری کریں'

سیّد سلیمان ندوی
ناظم دارالمصنفین - اعظم گڈھ
۵ رجمادی الاولی ۱۳۵۵ھ

فہرست مضامین

ہماری بادشاہی

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ

مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

پہلا باب

حضور سے پہلے دنیا کی حالت

تم نے عرب کا نام سنا ہوگا، اب سے کوئی چودہ سو برس پہلے وہان عجب اندھیر مچا ہوا تھا، اللہ اور اس کے دین کو لوگ بالکل بھول گئے تھے، ایک خدا کی جگہ سیکڑون دیوی دیوتا بن چکے تھے، کعبہ جو صرف اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا، اب اس مین ایک دو نہین پورے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، جن کی پوجا ہوتی تھی، اسی پر بس نہ تھا، بلکہ ہر ہر خاندان اور خاندان ہی نہین ہر ہر گھر مین الگ الگ بت دھرے ہوئے تھے، جن کی پوجا ضروری تھی، یہ لوگ دنیا ہی کی زندگی پر مگن تھے، کبھی بھولے سے بھی انھین مرنے کا خیال نہ آتا، اور آتا بھی تو صرف اتنا ہی کہ ایک دن مر کر سڑ گل جائینگے

اور اسے کاٹ کاٹ کر بڑے مزے سے کھاتے، غرض کہ کچھ عجب حال تھا، کوئی کہاں تک
بیان کرے، اور کس کس برائی کو گنائے، بس یہ سمجھ لو کہ دنیا کی ہر برائی ان مین موجود تھی،
یہ صورت صرف عرب ہی کی نہ تھی، بلکہ دنیا کا بڑا حصہ برائیون مین مبتلا تھا، خدا کا
خیال دلون سے نکل گیا تھا، کہین بتون کی پوجا ہو رہی تھی، کہین آگ کو سجدہ کیا جا رہا تھا
کہین درختون اور جانورن کے سامنے سر جھکے ہوئے تھے، کہین قبرون پر چڑھاوے چڑھ رہے تھے
بادشاہ رعیت پر ظلم کر رہے تھے، بڑے چھوٹون کو ستا رہے تھے، امیر غریبون کو تنگ کر رہے تھے
غرض کہ ہر جگہ نیکی کے بدلہ بدی اور اچھائی کی جگہ برائی پھیلی ہوئی تھی، اور ساری دنیا بڑی
سخت مصیبت اور پریشانی مین پھنسی ہوئی تھی،

حضرتؐ کا زمانہ

(۱)
آپ کی پیدائش اور شروع کے حالات

اوپر پڑھ چکے ہو کہ دنیا کیسی برائیون مین مبتلا اور کیسی مصیبتون مین گھری ہوئی تھی
اور اس کی حالت کس قدر خراب ہو چکی تھی، اللہ میان تو اپنے بندون پر بڑے مہربان ہین، یہ
حالت دیکھ کر انھین رحم آیا اور اسے پھر سے درست کرنے کے لئے ہمارے رسول حضرت
محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دنیا مین بھیجا، ربیع الاول (بارہ وفات) کی ۹ تاریخ تھی جب
حضورؐ اس دنیا مین تشریف لائے، پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ کے والد حضرت عبد اللہ
انتقال فرما چکے تھے، چھ برس کے نہ ہونے پائے تھے کہ والدہ حضرت آمنہ بھی وفات پاگئین،
اور آپ اپنے دادا حضرت عبد المطلب کے ساتھ رہنے لگے، نو برس کی عمر مین دادا بھی اس

دنیا سے سدھار گئے اور آپ کے چچا حضرت ابو طالب آپ کی پرورش کرنے لگے،

بچپن ہی سے آپ بُرے کامون کو ناپسند فرماتے تھے، اور ہمیشہ نیک کامون مین لگے رہتے تھے، ابھی آپ پورے طور سے جوان بھی نہ ہوئے تھے، کہ عرب مین ایک انجمن بنائی گئی جس کی غرض یہ تھی کہ ملک سے لوٹ مار، چوری ڈاکہ اور اسی قسم کے برے کام مٹائے جائین، آپ اس قسم کے کامون کو دل سے چاہتے تھے، فوراً ہی اس انجمن مین شریک ہو گئے، شروع ہی سے آپ کی نیکی، سچائی، دینداری اور امانت اتنی مشہور تھی کہ سب آپ کو امین (امانت دار) کہہ کر پکارتے تھے، دشمن تک آپ کو سچا اور نیک سمجھتے تھے،

ایک مرتبہ مکہ مین پانی کی ایسی زیادتی ہوئی کہ کعبہ کی دیوارین پھٹ گئین، قریش (یعنی مکہ کے لوگون) نے پھر سے درست کرانا شروع کیا، جب دیوارین کچھ اونچی ہو گئین اور حجر اسود (وہ مقدس سیاہ پتھر جسے حج مین لوگ چومتے تھے) کے رکھنے کا وقت آیا تو آپس مین جھگڑا شروع ہوا، ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ یہ پتھر اسی کے ہاتھ سے لگایا جائے، جب بات بہت بڑھی، اور مار پیٹ تک نوبت آئی تو سب نے کہا کہ اس وقت جھگڑنا بیکار ہے، کل جو شخص سب سے پہلے آئے وہ اس جھگڑے کو طے کر دے، جو وہ کہے گا ہم سب وہی کرین گے،

صبح ہوئی اور لوگ آئے تو دیکھا کہ حضورؐ پہلے ہی سے موجود ہین، دیکھتے ہی چلا اٹھے کہ امین آ گئے، اب ان سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے، حضرت نے ایک چادر بچھائی، حجر اسود اس پر رکھا اور فرمایا کہ اب ہر خاندان کا ایک ایک آدمی آ جائے اور سب مل کر چادر پکڑ لین، اس طرح اٹھا کر پتھر کو اس کی جگہ تک لائے، یہان پہونچکر آپ نے فرمایا اب مین تم سب کی طرف سے اسے لگائے دیتا ہون، اس ترکیب سے لوگ بہت خوش ہوئے اور سارا جھگڑا ختم ہو گیا،

---

(۲)

اللہ کا پیام

اوپر پڑھ چکے ہو کہ حضورؐ ہمیشہ نیک کاموں مین لگے رہتے تھے، مکہ کے قریب ایک غار حرا تھا، آپ کھانے پینے کا سامان لے کر وہان چلے جاتے اور کئی کئی دن تک عبادت کرتے رہتے، ایک دن آپ اسی حالت مین تھے کہ حضرت جبریلؑ اللہ کا پیام لے کر آئے، اس دن سے قرآن کی آیتین اترنی شروع ہوئین، کچھ دن کے بعد حکم آیا کہ دوسرون کو بھی اللہ کی باتین سنائی جائین، جو لوگ آپ کے زیادہ قریبی تھے پہلے آپ نے ان کو سنایا، حضرت خدیجہؓ آپ کی بیوی تھین، حضرت ابوبکر صدیقؓ عمر بھر کے دوست تھے، حضرت علیؓ بچپن سے ساتھ رہے تھے، حضرت زیدؓ آپ کے غلام تھے، آپ کی پوری زندگی ان لوگون کے سامنے تھی، یہ اچھی طرح جانتے تھے، کہ آپ کس قدر نیک، سچے، پاک اور ایماندار ہین، آپ نے جیسے ہی ان سے فرمایا انھون نے مان لیا اور آپ پر ایمان لے آئے،

شروع مین کچھ دن آپ چپ چاپ خاموشی سے کام کرتے رہے، الگ الگ لوگون سے ملتے اور انھین خدا کا پیغام پہنچاتے، کچھ لوگ اس طرح اسلام لے آئے تو اللہ کا حکم آیا کہ اب کھل کر صاف صاف لوگون سے کہو، آپ نے صفا پہاڑ پر تمام لوگون کو جمع کیا جب سب اکٹھا ہو گئے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر مین تم سے کہون کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر پڑا ہوا ہے جو بہت جلد تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم اس پر یقین کرو گے، لوگون نے کہا کیون نہین، چالیس برس سے زیادہ آپ ہمارے ساتھ رہے ہین، اتنے دنون مین کبھی ایک لفظ بھی آپ کی زبان سے غلط نہین نکلا پھر بھلا کیا وجہ ہے کہ ہم آپ کا کہنا نہ مانین یہ سن کر

آپ نے فرمایا کہ اچھا سنو اللہ ایک ہے، اس نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، یہ سننا تھا کہ سب کے سب برا بھلا کہنے لگے، کہاں تو ابھی تعریف کر رہے تھے اور کہاں ذرا سی دیر مین برائی شروع کر دی،

اب آپ پورے طور سے لوگون کو اسلام کی طرف بلانے لگے، اور رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا، قریش کو یہ بہت ہی ناگوار تھا، وہ کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ لوگ اسلام قبول کرین، اس لئے کہ اس سے ایک طرف ان کا مذہب مٹا جاتا تھا دوسری طرف انکی سرداری اور ریاست جس کے وہ صدیون سے عادی چلے آرہے تھے ختم ہوتی جاتی تھی، اس لئے پہلے تو انھون نے زبانی مخالفت کی لیکن جب دیکھا کہ اس طرح کام نہین چلتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے تکلیفین پہنچانی شروع کین، کبھی راستہ مین کانٹے بچھا دیتے تاکہ آپ کے پیرون مین چبھ جائین، کبھی آپ پر نجاست ڈال دیتے، کبھی گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے غرض کہ ہر طرح آپ کو اپنے کام سے روکنا چاہتے لیکن آپ پر ذرا بھی اثر نہ ہوا، اور آپ نے برابر اپنا کام جاری رکھا آخر لوگ حضرت ابو طالب کے پاس شکایت لیکر آئے کہ آپ کو اس سے روکین، حضرت ابو طالب نے بلا کر سمجھایا، لیکن آپ نے کہا خدا کی قسم اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائین ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ مین اس کام سے باز آجاؤن تو یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہتے کہتے آپ کی آنکھون مین آنسو آگئے، حضرت ابو طالب نے کہا جاؤ اپنا کام کرو جب تک مین زندہ ہون تمھین کوئی نقصان نہین پہنچا سکتا،

اب قریش نے اور زیادتی شروع کی اور آپ کے ساتھ آپ کے ساتھیون اور مسلمانون کو بھی طرح طرح سے ستانے اور تکلیفین پہنچانے لگے، کسی کو مارتے، کسی کے کانٹے چبھوتے، کسی کو زمین پر گھسیٹتے، کسی کو باندھ کر لٹکاتے، کسی کو دھوان دیتے کسی کو دہکتے ہوئے

انگارون پر لٹاتے، کسی کو زخمی کر کے عرب کی جلتی ہوئی ریت پر لٹاتے اور اوپر سے پتھر رکھ دیتے، غرض کہ کوئی ایسی تکلیف نہ تھی جو انھون نے نہ اٹھا رکھی ہو لیکن اللہ کے یہ بندے ایمان کے ایسے پکے تھے کہ ان پر کسی سختی کا اثر نہ ہوتا، جیسی جیسی سختی بڑھتی جاتی تھی ویسے ویسے ان کا ایمان اور مضبوط ہوتا جاتا تھا،

جب قریش کی سختیان حد سے سوا اور غریب مسلمانون کے لئے ناقابل برداشت ہوگئین تو آپ نے اپنے اصحاب (ساتھیون) کو حکم دیا کہ حبشہ جہان کا بادشاہ بڑا رحم دل اور نرم مزاج تھا چلے جائین، چنانچہ یہ لوگ حبشہ روانہ ہو گئے، قریش بھلا اسے کیسے پسند کر سکتے تھے کہ مسلمان کہین آرام کی زندگی بسر کر سکین، فوراً حبشہ چند آدمی بھیجے جو پہنچے اور وہان کے بادشاہ نجاشی سے ملے اور کہا کہ ہمارے چند نالائق غلام یہان بھاگ آئے ہین، آپ انھین واپس کر دیجئے، نجاشی نے مسلمانون کو بلا کر حالات پوچھے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سارا قصہ سنایا، نجاشی کو اطمینان ہوگیا اور اس نے مسلمانون سے کہا آپ لوگ آرام سے رہین، اس کے بعد قریش کے لوگون کو واپس کر دیا،

اب مکہ مین جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان کے ساتھ اور زیادہ سختی ہونے لگی، لیکن ایک آدمی بھی دین سے نہ پھرا، یہ دیکھ کر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے بائیکاٹ کی صلاح کی، چنانچہ دو برس سے زیادہ ان کا بہت ہی سخت بائیکاٹ رہا، اور انکے ساتھ میل جول شادی بیاہ ہر قسم کے رشتے توڑ لئے، ان پر کھانے پینے کا سامان بند کر دیا، دو ڈھائی برس کے بعد چند رحمدل آدمیون نے درمیان مین پڑ کر یہ بائیکاٹ ختم کرا دیا،

---

(۳)

طائف و مدینہ

ہجرت

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضؓ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا سہارا تھا، لیکن نبوت (پیغمبری) کے دسوین سال ان کا انتقال ہوگیا، اب قریش کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا، اور انھون نے پہلے سے بہت زیادہ ستانا اور تنگ کرنا شروع کر دیا،

مکہ کی یہ حالت دیکھ کر آپ طائف تشریف لے گئے، کہ شاید وہان کے لوگ اللہ کا پیغام سنین، لیکن طائف کے لوگ مکہ والون سے بھی بڑھ کر نکلے، پتھر پھینک پھینک کر اتنا مارا کہ آپ لہولہان ہوگئے، جب تھک کر بیٹھ جاتے تو یہ بدمعاش آکر زبردستی اٹھا دیتے، اور پھر پتھر برسانے شروع کر دیتے، بڑی مشکلون سے بچ کر کسی طرح آپ مکہ واپس آئے، یہان مخالفت کا وہی رنگ تھا، بلکہ کچھ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی،

یہ حال دیکھ کر آپ نے عرب کے دوسرے قبیلون کو اپنا پیغام سنانا چاہا، اس کے لئے حج کا زمانہ سب سے بہتر تھا چنانچہ جب لوگ جمع ہوتے تو آپ ان کے پاس جاتے اور انھین اسلام کی طرف بلاتے، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قریش کی مخالفت کے باوجود کچھ لوگ اسلام لے آئے، سب سے پہلے مدینہ کے چھ آدمی مسلمان ہوئے، دوسرے سال بارہ آدمی آئے اور مسلمان ہوکر واپس گئے،

اب مدینہ مین نہایت تیزی سے اسلام پھیلنے لگا، اگلے سال تہتر ۷۳ مرد اور دو ۲ عورتین

ایمان لائین، انھون نے اس کا بھی وعدہ کیا کہ اگر آپ مدینہ تشریف لے چلین تو ہم لوگ آپ کی ہر طرح مدد کرین گے،

قریش کو یہ معلوم ہوا تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی، انھون نے ایک جلسہ کیا اور سوچنا شروع کیا کہ اب کیا کیا جائے، آخر سب نے مل کر طے کیا کہ اب معاملہ حد سے گذر چکا ہے، اور سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہین کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے، اور ایک شب کو بڑے بڑے قریش نے آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ کا گھر گھیر لیا لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ کو بچانا اور اپنے دین کو پھیلانا منظور تھا، اس لئے اس نے وحی کے ذریعہ سے حضرت کو خبر دی، آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا، اور چپکے سے حضرت ابو بکرؓ کے یہان تشریف لائے، انھون نے سواری اور زاد راہ کا انتظام کیا، اور دونون مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، لیکن قریش آپ کی تلاش مین تھے، اور آپ کی گرفتاری کے لئے انعام مقرر تھا، اس لئے آپ مکہ سے قریب ہی غار ثور مین چھپ گئے، تین دن کے بعد جب ذرا اطمینان ہوا تو آپ وہان سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے پہلے قبا مین چند دن ٹھہرے، یہان ایک مسجد بنائی، اس کے بعد مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان مین ٹھہرے،

آپ کی آمد کی خوشی مین مدینہ مین بڑی چہل پہل پیدا ہو گئی، عورتین اور بچے تک زیارت کے لئے گھرون سے نکل آئے، اور خوشی مین یہ شعر گاتے پھرتے تھے،

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

وداع پہاڑ کی گھاٹیون سے چودھوین کا چاند نکل آیا،

وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے خدا سے دعا مانگین،

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اسے ہم مین آنے والے آپ ماننے کے لائق چیز لے کر آئے ہین،
کچھ دن کے بعد اور مسلمان بھی مکہ سے آگئے، اور امن سے رہنے لگے،

(۴)

بدر کی لڑائی ۲ھ

مدینہ آنے کے بعد کسی قدر آرام وسکون کا موقع ملا تھا، لیکن بھلا قریش اسے کیونکر پسند کر سکتے تھے، کہ مسلمان کہین بھی چین سے رہ سکین، اس لئے وہ کبھی یہودیون کو اکساتے کبھی منافقون کو بھڑکاتے، غرض آئے دن کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھانے کی کوشش کرتے، جب اس سے بھی کام نہ چلا تو لڑائی کی ٹھانی، اور ایک بڑی بھاری فوج لیکر مدینہ پر چڑھائی کر دی، مسلمانون کی تعداد ہی کتنی تھی، آپ کچھ مسلمان اور کچھ انصار کو جن کی تعداد ۳۱۳ تھی لے کر مقابلہ کے لئے نکلے، بدر کی پہاڑی پر دونون کا مقابلہ ہوا، مسلمان بہت پریشان تھے، اتنی بڑی فوج کے مقابلہ مین تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمیون کی بساط ہی کیا تھی! اور وہ بھی اس حال مین کہ نہ سواری کا پورا انتظام تھا، نہ قرینہ کے ہتیار تھے نہ کوئی اور سامان درست تھا لیکن اللہ کے یہ بندے پھر بھی مطمئن تھے، بے جھجک میدان مین اتر پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سجدہ مین رکھدیا، اور گڑگڑا کر دعا مانگی، دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالی نے مسلمانون کی مدد کی، کہان یہ حیران وپریشان مٹھی بھر پردیسی اور چند مددگار، اور کہان وہ قریش کا دل بادل لشکر کون کہہ سکتا تھا کہ

میدان مسلمانون کے ہاتھ رہے گا، لیکن جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ بھی اس کا ہو جاتا ہے
چند گھنٹے مین قریش کو پوری شکست ہوئی، اس لڑائی مین ان کے تمام بڑے بڑے سردار
کام آئے، ابو جہل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی مین سب سے بڑھا ہوا تھا
مارا گیا، اور ستر آدمی مسلمانون کے ہاتھون مین گرفتار ہوئے یہ لوگ حضرت کے بڑے دشمن
تھے، مکہ مین انھون نے آپ کو بہت ستایا تھا، اور مسلمانون پر بڑے ظلم
کئے تھے، کوئی اور ہوتا تو اس وقت ان سے اچھی طرح دل کھول کر بدلہ لیتا
لیکن حضور تو بڑے ہی نیک اور رحم دل تھے، آپ نے ان کو معمولی تکلیف تک نہ
پہنچائی، اور مسلمانون کو تاکید کر دی کہ خبردار کسی قیدی کو تکلیف نہ ہونے پائے، جن کے
پاس کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے پہنائے، صحابہ خود کھجورین کھا کر گذارہ کرتے تھے مگر
قیدیون کو روٹی کھلاتے تھے، اسی طرح کچھ دن آرام سے رکھنے کے بعد پھر معاوضہ لیکر سب کو چھوڑ دیا

(۵)

اُحد ۳ھ

مکہ مین بدر کی شکست کی خبر پہونچی تو گھر گھر رونا پیٹنا مچ گیا، جن جن کے اعزہ
اقربا مارے گئے تھے، وہ جمع ہو کر ابو سفیان کے پاس آئے، اس کے اعزہ بھی مارے گئے
تھے، یون بھی وہ قریش کا سردار تھا اس لئے مسلمانون سے بدلہ لینا اس کا فرض تھا، اس
نے سارے قریش سے چندہ جمع کیا، بڑے زور شور سے لڑائی کی تیاری شروع کی اور
دوسرے سال تین ہزار فوج لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا، اور احد کے پاس آکر خیمے لگا دیئے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو صحابہ (ساتھیون) سے مشورہ کیا، اور

اور عمرؓ کو پکارا، جب اس کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہین تو اس نے کہا آج کا
دن بدر کا بدلہ ہے، اگلے سال بدر کے مقام پر پھر ہمارا تمھارا مقابلہ ہوگا، حضور نے صحابہ سے فرمایا کہہ دو منظور ہے
اس لڑائی مین ستر مسلمان شہید ہوئے، یاد ہوگا کہ بدر کے قیدیون کے ساتھ مسلمانون
نے کیسا اچھا سلوک کیا تھا، لیکن کافرون نے زندون کا کیا ذکر ہے، مردون تک سے برا
سلوک کیا، لاشون کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، ان کے ناک کان کاٹے، پیٹ پھاڑ کر کلیجہ
نکالا، اور اسے چبایا، غرض کہ جو کچھ برائی اور بدسلوکی ان سے ہو سکی انھون نے کی،

(۶)

خندق ۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے یہان یہودیون کا بڑا زور تھا، اور
وہ اپنے مذہب اور اپنی دولت مندی کی وجہ سے بڑے معزز سمجھے جاتے تھے، جب مدینہ مین
مسلمان پہنچے اور یہان اسلام پھیلنے لگا تو یہودیون کا اگلا اعزاز و وقار خطرہ مین پڑ گیا،
اس لئے وہ مسلمانون کی دشمنی مین قریش سے بھی بڑھ گئے، مسلمانون کا زور توڑنے کی کوشش
شروع کر دی، ان مین بنو نضیر سب سے زیادہ دشمن تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ
سے خیبر نکال دیا، یہان آنے کے بعد انھون نے ایک بڑی زبردست سازش کی، قریش تو مسلمانون
کے پرانے دشمن تھے ہی، ان کو ملانا کیا مشکل تھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی مین فوراً
بنو نضیر کے ساتھ ہو گئے، ان کے علاوہ انھون نے عرب کے تمام قبائل کو ملا کر چوبیس ۲۴ ہزار کی
تعداد مین مدینہ پر چڑھائی کر دی،
چونکہ اتنی بڑی فوج مسلمانون کے مقابلہ مین کبھی نہ آئی تھی، اس لئے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ خبر سنی تو صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ مدینہ کے ارد گرد ایک خندق (کھائین) کھود لی جائے، تاکہ دشمن اندر نہ آسکین حضورؐ نے یہ رائے پسند فرمائی، اور خندق کھد گئی، کفار آئے تو انھین مقابلہ مین بڑی دشواری ہوئی، مجبور ہو کر چارون طرف سے گھیر لیا، یہ وقت مسلمانون کے لئے سخت پریشانی کا تھا، کئی کئی دن کھانے کو نہین ملتا تھا، منافقون نے الگ بہانہ کر کے ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا، خندق پار سے دشمن تیر اور پتھر برسا رہے تھے، ایک مہینہ تک محاصرہ قائم رہا مسلمان اللہ کا نام لے کر ہمت سے کام لیتے تھے، ایک مہینہ کے بعد اللہ نے ان پر فضل کیا، اور دشمنون مین آپس ہی مین پھوٹ پڑگئی اس کے علاوہ ایسی زبردست آندھی آئی، کہ چولھے کی ہانڈیان الٹ الٹ گیئن، اس سے دشمنون کی ہمت چھوٹ گئی، اور وہ پریشان ہو کر لوٹ گئے

(۷)

صلح حدیبیہ

مکہ مسلمانون کا محبوب وطن تھا، یہان سے وہ زبردستی نکالے گئے تھے لیکن سب رشتہ دار یہین تھے، بعضون کے بال بچے بھی اب تک مکہ ہی مین تھے، مسلمانون کو مکہ چھوڑے ہوئے کئی برس گذر گئے تھے، اس لئے ان کو وطن کی یاد ستا رہی تھی، یہان کی ہر چیز یاد آتی تھی، اس کے علاوہ بیت اللہ شریف ان کا قبلہ تھا، برسون سے اسکی زیارت اور حج سے محروم تھے، اس لئے جنگ خندق کے ایک سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو مسلمانون کے ساتھ کعبہ کی زیارت کے لئے چل کھڑے ہوئے، اور اس خیال سے کہ قریش کو یہ خیال نہ ہو کہ ہم لڑنے کیلئے آرہے ہین عمرہ کا احرام باندھ لیا، اور قربانی کے جانور

ساتھ لے لئے، لیکن پھر بھی دشمن شرارت سے باز نہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ پہنچے بھی نہ پائے تھے کہ انھون نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا، بہتیرا یقین دلایا گیا، کہ صرف عمرہ کی نیت ہے، لڑائی بھڑائی کا کوئی ارادہ نہین ہے، لیکن شیطانون نے ایک نہ سنی،

حضرت عثمانؓ معاملہ طے کرنے گئے تھے، کسی نے خبر اڑا دی کہ وہ شہید کر ڈالے گئے حضورؐ کو بہت رنج ہوا، فوراً ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ سے بیعت لی کہ اس خون کا بدلہ لئے بغیر یہان سے نہ ٹلین گے، یہی بیعت، بیعت رضوان کہلاتی ہے، بعد کو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی، اب پھر اصل بات شروع ہوئی، آخر بڑی مشکلون سے اس پر معاملہ طے ہوا کہ

(۱) اب کی مسلمان واپس چلے جائین، اگلے سال آئین لیکن شرط یہ ہے کہ تلوار (وہ بھی میان مین) کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ ہو، تین دن وہ مکہ مین ٹھہر سکتے ہین، ان دنون مین قریش شہر سے باہر چلے جائین گے،

(۲) مسلمان اور قریش دونون کو حق ہے کہ جس سے چاہین معاہدہ (معاملہ) کرین،

(۳) اگر قریش مین کا کوئی شخص بلا اجازت مسلمانون سے جا ملے گا تو واپس کر دیا جائیگا لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آئے گا تو پھر واپس نہین لوٹایا جائے گا،

(۴) دس سال آپس مین صلح رہے گی، اور اس عرصہ مین کوئی لڑائی بھڑائی نہ ہوگی،

اس معاہدہ (عہدنامہ) کی تیسری دفعہ دیکھنے مین کچھ اچھی نہین معلوم ہوتی، لیکن سچ پوچھو تو اس مین بڑی مصلحت تھی، جب مسلمان کافرون سے مل گیا تو پھر وہ کس کام کا، جتنی دور رہے اتنا ہی اچھا ہے، پاس رکھ کر سوائے ہر وقت کھٹکے کے اور کیا تھا رہا مسلمان تو وہ کہین بھی رہے کافرون کو نقصان کے سوا اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے چنانچہ یہی ہوا، قریش کے جو لوگ مسلمان ہو جاتے وہ اس دفعہ کی وجہ سے مدینہ مین نہین رہ سکتے تھے

اور مکہ کافرون کے پاس وہ لوٹ کر جانا نہین چاہتے تھے، مجبوراً اپنی الگ ایک ٹکڑی بنائی اور قریش کے قافلون کو لوٹنا شروع کیا، چند ہی دن مین قریش کا ناک مین دم آگیا، اور انھون نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ عہدنامہ سے یہ دفعہ نکال دیجائے،

بادشاہون کے نام دعوتِ اسلام کے

خطوط ۶ھ

صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی حالت سے کچھ اطمینان نصیب ہوا تو آپ نے آس پاس کے بادشاہون کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے، دحیہ کلبی رض کو قیصر روم کے پاس، عبداللہ بن حذیفہ رض کو خسرو پرویز بادشاہ ایران کے پاس، حاطب بن بلتعہ کو عزیز مصر کے پاس، عمرو بن امیہ رض کو نجاشی بادشاہ حبش کے پاس، سلیط بن عمرو رض کو یمامہ کے رئیسون کے پاس شجاع بن وہب رض کو حارث غسانی کے پاس خط لیجانے کی خدمت سپرد ہوئی،

غزوۂ خیبر ۷ھ

خیبر مدینہ اور شام کے بیچ مین یہودیون کا ایک جنگی مرکز تھا، یہان ان کے بہت سے قلعے تھے، جہان جہان مسلمان پہنچتے جاتے تھے، یہودی وہان سے ہٹ کر خیبر مین آکر دم لیتے تھے، اور وہان کے سردار عرب کے رئیسون کو مسلمانون کے خلاف لڑائی پر آمادہ کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان سے صلح کا کوئی معاہدہ ہوجائے، مگر انھون نے نہ مانا اور لڑائی ضروری ہوگئی، مسلمانون نے سنہ ۶ھ کے آخر یا سنہ ۷ھ کے شروع مین خیبر پر چڑھائی کی، دلون

نے قلعہ بند ہو کر لڑنا شروع کیا، مسلمانوں کو ایک ایک قلعہ فتح کرنا پڑا، آخر کئی ہفتوں کے بعد سارے قلعے سر ہوئے، کل ۹۳ یہودی اس لڑائی میں مارے گئے،

لڑائی ختم ہونے پر یہودیوں کی درخواست پر زمین کی کاشت یہودیوں کے ہاتھوں میں رہنے دی گئی، اور مسلمانوں نے صرف حقِ مالکانہ پر قناعت کی،

(۸)

فتح مکہ ۸ھ

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں توحید کی تعلیم، بتوں کی پوجا مٹانے اور اپنے محبوب گھر کعبہ کو جس میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے بت پرستی کی گندگی سے پاک کرنے کیلئے بھیجا تھا لیکن قریش نے اب تک اس کام کو پورا نہ ہونے دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صلح حدیبیہ کی وجہ سے جو دس سال کیلئے ہوا تھا، اس کام میں جلدی نہیں کی لیکن قریش نے یہ معاہدہ توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر چڑھائی کے لئے مجبور کر دیا، قبیلہ بنی خزاعہ مسلمانوں کا دوست تھا، جن پر قریش کو تلوار اٹھانے کا حق نہ تھا لیکن انھوں نے ایک دوسرے قبیلہ بنی بکر کی دوستی میں جو بنی خزاعہ کا دشمن تھا، بنی بکر کے ساتھ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا، عین حرم کعبہ میں ان بیچاروں کا خون بہایا، انکی اس شرارت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بدلہ نہیں لیا، اور قریش کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ بے گناہ مارے جانے والوں کا خونبہا ادا کریں، یا بنی بکر کا ساتھ چھوڑ دیں یا صاف صاف کہدیں کہ معاہدہ ٹوٹ گیا، قریش نے کہا ہاں معاہدہ ٹوٹ گیا، اس صاف جواب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجبوراً رمضان ۸ھ میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے، اب حالت بدل

چکی تھی، مسلمان بہت بڑھ چکے تھے اُن کے پاس سازوسامان بھی کافی ہوچکا تھا، قریش میں انھیں روکنے کا دم نہ تھا، اس لئے معمولی سی جھڑپ کے بعد مسلمان مکہ میں داخل ہوگئے، اور اس شان وشکوہ کے ساتھ کہ قریش کے بڑے بڑے سردار اسلامی شان دیکھکر ڈر گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تسلی دی کہ ڈرنے کا مقام نہیں ہے، کعبہ میں داخل ہونے کے بعد آپؐ نے کعبہ کا طواف کیا، اور سارے بت نکال کے پھینک دیئے، اس کے بعد آپ نے مکہ کے تمام لوگوں کو جمع کیا، اور ان کے سامنے تقریر کی، یہ عجیب وقت تھا، ایک زمانہ تھا جب حضور بے یار ومددگار مکہ سے نکلے تھے، قریش کا بچہ بچہ آپ کے خون کا پیاسا تھا، یا آج یہ دن تھا کہ اشارے پر جان دیدینے والے دس ہزار آدمی ساتھ تھے، دشمن سب کے سب سامنے موجود تھے، ہر قسم کے بدلے کا پورا موقع تھا، چاہتے تو ایک اشارہ پر سر تن سے جدا کر سکتے تھے لیکن آپ تو ساری دنیا کے لئے امن وراحت بنا کر بھیجے گئے تھے، آپ سے یہ کیونکر ہو سکتا تھا، آپؐ نے سب کی خطائیں معاف کردیں، اور فرمایا جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو، ابوسفیان جو اسلام کے سخت دشمن تھے، جنھوں نے ہر موقع پر اسلام کو نقصان پہنچایا تھا، اور جو ہر لڑائی میں آگے آگے تھے، اُن تک کو حضور نے معاف کردیا، اور صرف معاف ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ یہ عزت بخشی کہ جو اُن کے گھر میں پناہ لیتا، اُسے بھی معافی مل جاتی۔

قریش پر اس رحم اور مہربانی کا بہت اثر ہوا، اور وہ بڑی تعداد میں مسلمان ہوگئے،

(۹)

حنین

ابھی آپ مکہ ہی میں تھے کہ معلوم ہوا کہ ثقیف اور ہوازن کے قبیلے فساد پر تلے ہوئے ہیں خبر ملتے ہی فوراً اُدھر روانہ ہوئے، حنین کے مقام پر مقابلہ ہوا، مسلمانوں کے پاس اُس وقت بارہ ہزار فوج تھی، سامان بہت کافی اور اچھا تھا، لوگوں کے دل میں خیال آیا کہ جب ہم نے چند آدمیوں سے بڑی بڑی فوجوں کو بھگا دیا، تو اتنی طاقت کے بعد اب کون ہے جو ہمارے سامنے ٹک سکے، اللہ تعالیٰ کو یہ غرور پسند نہ آیا، اور پہلے ہی حملہ میں پیر اُکھڑ گئے، صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند خاص خاص صحابہ میدان میں رہ گئے، یہ حالت دیکھ کر حضرت عباسؓ کو حکم ہوا کہ مسلمانوں کو آواز دیں، آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ سب کے سب پلٹ پڑے، اب کیا تھا دم کے دم میں میدان کا رنگ بدل گیا، اور تھوڑی دیر میں دشمن صاف ہو گئے، جنگ ختم ہوئی تو چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس بکریاں، اور چار ہزار اوقیہ چاندی قدموں کے پاس ڈھیر تھی،

حنین کے شکست خوردہ مشرک بھاگ کر طائف کے قلعہ میں جمع ہوئے، اور لڑائی کا سامان شروع کر دیا، اس لئے حنین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے، اور تھوڑے دنوں قلعہ کا محاصرہ کر کے لوٹ آئے،

(۱۰)

غزوۂ تبوک ۹ھ

تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان شام میں ایک مقام ہے، ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فوج کشی کی، اس کا باعث یہ ہوا کہ ۹ھ میں مدینہ میں نہایت زور وشور سے خبر پھیلی کہ رومی بڑے سامان سے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں، لخم وجذام عرب قبیلے بھی ان کے ساتھ ہیں، چونکہ مسلمانوں اور شامیوں میں چھیڑ چکی تھی، اس لئے مسلمانوں کو اس کے صحیح سمجھنے میں تامل نہ ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کا حکم دیدیا، اتفاق سے اس سال عرب میں سخت قحط تھا، گرمی بڑے غضب کی پڑ رہی تھی، اس لئے لوگوں کو نکلنا بہت شاق تھا، منافقوں کو موقع مل گیا، انھوں نے خفیہ مسلمانوں کو روکنا شروع کر دیا، مسلمان یونہی تنگدست تھے، قحط نے اور حالت زبون کر دی تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے چندہ طلب کیا، تمول صحابہؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹوں سے مدد کی، پھر بھی بہت سے صحابہ ناداری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، قرآن نے ان کی معذوری کی وجہ سے انہیں جہاد کی شرکت سے مستثنیٰ کر دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر تیس ہزار صحابہ کو لیکر مدینہ سے شام روانہ ہوئے، تبوک پہونچ کر معلوم ہوا کہ رومیوں کے حملہ کی خبر صحیح نہ تھی، لیکن بالکل غلط بھی نہ تھی، ایک غسانی سردار عربوں سے سازباز کر رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن قیام فرمایا، اس دوران میں ایلہ

کے رئیس یوحنا اور جرباء اور اذرح کے عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کیا، دومۃ الجندل کا عرب سردار اکیدر قیصر کے ماتحت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو اس کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا، اُنھوں نے جاکر اسکو گرفتار کرلیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کی شرط پر رہا کر دیا، چونکہ تبوک میں رومیوں کی تیاری کی کوئی خبر نہ ملی اس لئے بیس دن قیام کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے،

(۱۰)

آخری حج

فتح مکہ کے بعد اسلام کی راہ سے بڑی رکاوٹ دور ہوگئی، اور چند ہی دنوں میں عرب کے کونے کونے میں اسلام کا نور پھیل گیا،

سنہ ۱۰ھ میں حضور نے حج کا ارادہ کیا، جس کو حجۃ الوداع یعنی رخصتی کا حج کہتے ہیں، کیونکہ یہ آپ کا آخری حج تھا جب یہ خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ نکل پڑے اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک لاکھ سے اوپر آدمی جمع ہوگئے، حج کے بعد آپ نے اپنا مشہور خطبہ دیا آپ نے فرمایا :۔

"لوگو! غور سے سنو اور یاد رکھو، شاید پھر تم سے ملنے کا موقع نہ ملے، جس طرح اس دن اس مہینے اور اس جگہ کی حرمت کرتے ہو، اسی طرح ایک مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اللہ تعالیٰ تمھارے ہر کام کا حساب لیگا، دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، جس طرح تمھارے حق عورتوں پر ہیں، اُسی طرح عورتوں کے حق تمھارے اوپر ہیں، ان کے ساتھ نرمی کرنا،

مہربانی سے پیش آنا، اور اللہ سے ڈر کر اُن کے حق کا لحاظ رکھنا، غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، جو خود کھانا وہ اُنھیں کھلانا، جو خود پہننا وہی اُنھیں پہنانا، اُن سے کوئی خطا ہو تو معاف کر دینا، یا اُنھیں الگ کر دینا، وہ بھی اللہ ہی کے بندے ہیں سختی درست نہیں،

نہ عربی کو عجمی (غیر عرب) پر فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر، سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، تمھارے لئے کسی کی چیز اُس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ خوشی سے نہ دے دے،

دیکھو ناانصافی نہ کرنا، میں تمھارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں جس کو اگر تم مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، وہ چیز قرآن ہے،

عمل میں خلوص، مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتحاد (آپس میں میل) یہ تین باتیں ایسی ہیں جو دل کو پاک رکھتی ہیں،

تم لوگوں کو چاہئے کہ میری باتیں اِن لوگوں کو پہنچادو، جو یہاں موجود نہیں ہیں، کیونکہ بہت سے لوگ سُن کر ان لوگوں سے زیادہ یاد رکھتے ہیں جو خود اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔"

خطبہ ختم ہوا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ قیامت کے دن تم سے پوچھا جائیگا کہ میں نے خدا کے احکام (حکم) تم تک پہنچائے یا نہیں، تو تم کیا جواب دوگے، لوگوں نے یک زبان ہوکر کہا، ہم گواہ ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام (حکم) ہم تک پہنچا دیئے، اور اپنا فرض ادا کر دیا، یہ سنکر آپ نے آسمان کی طرف اُنگلی اٹھائی، اور تین بار فرمایا، اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ، اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لائے، ۱۱

2139

(۱۱)

حضرتؐ کی وفات

حجۃ الوداع (آخری حج) ہی کے موقع پر قرآن مجید کی آخری آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ہ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کردیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی، اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا) اتر چکی تھی، جس سے اشارۃً معلوم ہوگیا تھا کہ اب حضور کو دنیا میں رہنے کی ضرورت باقی نہیں ہے کیونکہ آپ جس کام کے لئے تشریف لائے تھے، انکو پورا کرچکے، چنانچہ دو مہینے بعد صفر کی آخری تاریخوں میں آپ کو بخار آیا، اور دن پر دن بڑھتا ہی گیا، آخر ۶۳ برس کی عمر میں دوشنبہ کے دن ربیع الاول (بارہ وفات) کی پہلی تاریخ کو وفات پائی،

جیسے ہی انتقال کی خبر پھیلی سارے مدینہ میں کہرام مچ گیا، بڑے بڑے مضبوط دل کے لوگ بدحواس ہوگئے، حضرت علیؓ جہاں تھے، وہیں بیٹھ گئے، حضرت عثمانؓ کو سکتہ ہوگیا، حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا مارے صدمہ کے انتقال ہوگیا، حضرت عمرؓ کو پہلے یقین ہی نہ آتا تھا، جب یقین آیا تو بیہوش ہوکر گر پڑے، لوگوں کو جب ذرا سکون ہوا تو تجہیز و تکفین (کفن دفن) کا انتظام ہوا، اور منگل کے دن ربیع الاول (بارہ وفات) کی دوسری تاریخ کو وہیں حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے، وفات کے وقت ۶۳ سال کا سن مبارک تھا،

(۱۲)

اسلام کا اثر

شروع میں پڑھ چکے ہو کہ حضور سے پہلے عرب بلکہ ساری دنیا کی کیا حالت تھی ۲۳ برس
کی مدت بھی کوئی ایسی مدت ہے لیکن انہی چند برسوں میں سارے عرب کی کایا پلٹ گئی، اب
نہ وہاں چور تھے نہ اٹھائی گیرے، نہ کہیں ڈاکا پڑتا تھا، نہ کوئی قافلہ لٹتا تھا، ہر طرف خدا کے
پاک و مخلص بندے تھے، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک سارے ملک میں امن تھا
ایک بوڑھی عورت یمن کے شہر صنعاء سے سونا اچھالتی چلتی تھی، اور سینکڑوں میل کا سفر طے
کرکے مکہ پہنچتی تھی، اور کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا، غنیمت کا مال آتا اور کئی کئی دن مسجد
میں بلا چوکی پہرہ کے کھلا پڑا رہتا، لیکن لینا تو بڑی بات ہے، کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا، کہ سونے
کا انبار ہے، یا مٹی کا ڈھیر، کہاں تو عداوت و دشمنی کا یہ حال تھا کہ بھائی بھائی کے خون کا
پیاسا تھا، یا یکایک یہ حالت ہو گئی کہ غیر عزیزوں سے بڑھ گئے، اور پرائے اپنے ہو گئے
نفرت کے بجائے ہر طرف میل و محبت کا چرچا تھا، شراب جو انکی گھٹی میں پڑی تھی یک قلم
بند ہو گئی، جوا جوان کا رات دن کا کھیل تھا، بالکل ختم ہو گیا، برائی اور بدکاری کے اڈے
اجڑ گئے، میلوں ٹھیلوں کا خاتمہ ہو گیا، بت مٹ گئے، بتخانوں میں سناٹا چھا گیا، اب نہ کہیں دختوں
کی پوجا تھی نہ پتھروں کی عبادت، نہ قبروں پر سجدے ہوتے تھے، نہ سرداروں اور بادشاہوں
کے آگے سر جھکتے تھے، ہر طرف ایک ہی خدا کا ذکر تھا، اور اسی کے نام کی پکار،

ایمان کی قوت نے ہمت بلند کر دی، وہی مفلس و قلاش اور غریب و لاچار عرب

جن کی ساری زندگی بکریوں کی چرواہی، اور اونٹوں کی دیکھ بھال میں بسر ہوئی تھی، بادشاہت وسلطنت کے ارادے کرنے لگے، جو قیصر و کسریٰ (روم و ایران) کے بادشاہ کے نام سے لرز جاتے تھے، اور غسانیوں کے خیال سے جن کی نیندیں اُچٹ جاتی تھیں، اب وہی آگے بڑھ کر اُن کے تخت پر قدم رکھ دینا چاہتے تھے، جہاں ہر طرف فقر و افلاس تھا، اونٹنیوں کے دودھ اور کھجوروں سے پیٹ پالتے تھے، چار چار دن کے بعد بھی دانہ کی شکل نظر نہیں آتی تھی، تھوڑے ہی دنوں میں وہاں اتنی دولت پھٹ پڑی کہ ہزاروں روپیہ لے کر لوگ نکلتے تھے، لیکن کوئی قبول کرنے والا نہ ملتا تھا،

سوچنے کی بات ہے کہ آخر چند برس میں یہ کایا پلٹ کیونکر ہو گئی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا وہ اور کون ذات تھی جس نے ساری دنیا بدل دی، فصلی اللہ علیہ وسلم،

دوسرا باب[2]

خلافت راشدہ[1]

(۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

پچھلے ورقوں میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کے حالات کسی قدر پڑھ چکے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ نے آپ کو اپنا سردار بنایا،

اس وقت ملک کی عجیب حالت تھی، ایک طرف عرب کے قبیلے اسلام سے پھر گئے اور مسیلمہ واسود وغیرہ نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا، جو اسلام پر قائم رہے، ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، باہر کے حملے کا بھی ہر وقت ڈر تھا، حضرت ابوبکرؓ نے حالات کو اچھی طرح سے دیکھا اور پورے غور کے بعد ایک آخری رائے قائم کرلی، آپ نے سب سے پہلے حضرت اسامہؓ کو حکم دیا کہ شام کی طرف روانہ ہوجائیں، صحابہؓ نے بہتیرا منع کیا

---

[1] خلافت راشدہ کے معنی ہیں صحیح اور درست قائم مقامی، چونکہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے قائم مقام تھے اور ان کے وقت میں ٹھیک اللہ کے قانون کے مطابق حکومت ہوتی تھی، اسلئے اُن کا زمانہ خلافت راشدہ کہلاتا ہے،

کہ ملک کی حالت ابتر ہے، اس وقت باہر فوج بھیجنا کسی طرح مناسب نہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ حالات کو سمجھ چکے تھے، اس لئے اپنی رائے پر جمے رہے اور حضرت اسامہؓ کو روانہ کردیا جو چند ہی دنوں میں دشمنوں کو شکست دیکر مال سے لدے پھندے واپس آئے،

حضرت خالدؓ مسیلمہ وغیرہ کے مقابلہ پر بھیجے گئے، اور انھیں حکم دیا گیا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے بھی جنگ کی جائے، صحابہ نے اب بھی روکنا چاہا لیکن حضرت ابوبکرؓ خود تلوار لیکر کھڑے ہوگئے، اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک رسی بھی دیتے تھے، اور اب اس سے انکار کرتے ہیں تو ان سے جنگ کرونگا آپ کے اس ارادہ کو سُن کر سب چپ ہوگئے اور فوجیں روانہ ہوگئیں،

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ معاملہ کو بالکل سمجھ گئے تھے، ان کی اس تدبیر سے سارا ملک تھرا اُٹھا، اور سب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مسلمان بڑے مضبوط اور طاقتور ہیں، اگر ان کے پاس کافی قوت نہ ہوتی تو اس طرح چاروں طرف فوجیں نہ روانہ کرتے، نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے، اور بڑے بڑے ہزاروں لاکھوں آدمی تابعدار ہوگئے جو مقابلہ پر آئے وہ بھی اس طرح لرزتے اور کانپتے ہوئے کہ چند ہی لڑائیوں میں ہتھیار ڈال دیئے مسیلمہ اور اس کے ساتھی مارے گئے، اور ملک میں پھر چاروں طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا،

(۲)

روم و ایران

رومی اور ایرانی دونوں ہمیشہ سے عربوں کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں اپنا غلام سمجھتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو پرویز (بادشاہ ایران) کو اسلام

کی دعوت دی، تو اُس نے یہ کہکر نامۂ مبارک (آپؐ کے خط) کو چاک کرڈالا کہ اوہ میرے غلام کی یہ مجال کہ مجھے اس طرح خط لکھے، اس کے بعد یمن کے گورنر کو حکم بھیجا کہ آپؐ کو گرفتار کرکے بھیجدے رومیوں کے متعلق معلوم ہے کہ مدت سے عرب پر حملہ کا ارادہ رکھتے تھے،

یہ تو خاص عرب کے ساتھ اون کا برتاؤ تھا، خود اپنے ملک میں رعایا پر جو ظلم وستم ڈھا رہے تھے، اس کے ذکر سے آج بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اُن کے مظالم سے خود اُن کی رعایا پریشان تھی، اتفاق سے اُسی زمانہ میں ایران میں بڑی گڑبڑ مچ گئی، یہاں کی حالت دیکھکر عرب و ایران کی سرحد کے ان قبیلوں نے جن پر ایرانی ہمیشہ ظلم کرتے چلے آرہے تھے، ایران کی سرحد پر حملہ شروع کردیا، اور حضرت ابوبکرؓ سے آکر کہا کہ ہم لوگوں کو مصیبت سے بچانے کا یہی وقت ہے، آپ عربوں کے ساتھ ایرانیوں کی دشمنی سے اچھی طرح واقف تھے، مسلمانوں کو ایرانیوں کی عداوت سے بچانے کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کے کانوں تک خدا کا پیغام پہنچا دیا جائے، اسلئے آپ تیار ہوگئے اور پہلے حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں ایران کی طرف ایک فوج بھیجی گئی، جس نے چند ہی لڑائیوں میں عراق کا بڑا حصہ فتح کرلیا،

(۳)

یرموک

ایرانیوں کی طرح رومی بھی مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے، اور عرصہ سے عرب پر اپنا قبضہ جمانے کی فکر میں تھے، ایک آدھ مرتبہ اُنھوں نے مدینہ شریف پر بھی حملہ کا ارادہ کیا تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ایران کے ساتھ ساتھ شام پر بھی فوج کشی کی تھی، اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، یزید بن ابی سفیانؓ، عمرو بن العاصؓ، اور بڑے بڑے

صحابہ کو فوجیں دیکر شام بھیجا تھا، اور یہاں بھی ٹھیک اس وقت جب ایران میں لڑائی ہو رہی تھی، جنگ چھڑی ہوئی تھی، اور رومی بڑے جرار لشکر کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے اس لئے یہاں حضرت خالدؓ کی جو بڑے نامور بہادر تھے اور عراق میں تھے، سخت ضرورت تھی، اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے انھیں حکم بھیجا کہ فوراً وہاں جائیں، اور اپنی جگہ حضرت مثنیٰؓ کو مقرر کر جائیں، یہ حکم ملتے ہی حضرت خالدؓ شام روانہ ہو گئے، اور یہاں کی اسلامی فوج کے سرداروں سے مل گئے، پہلا معرکہ اجنادین کے مقام پر ہوا جس میں رومیوں کو سخت شکست ہوئی، اب شام کے حاکم ہرقل کو سخت تاؤ آیا، اور اس نے تین لاکھ فوج مقابلہ کے لئے بھیجی، مسلمانوں کی تعداد کسی طرح چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی، یرموک کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، رومی بڑی ہمت اور بہادری سے لڑے، لیکن سخت شکست کھائی، اور لاکھوں لاشیں چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئے،

اس لڑائی نے ان کی ہمت توڑ دی، اور انھیں صاف نظر آنے لگا کہ چند ہی دن میں سارا شام ہاتھ سے نکل جائیگا،

(۴)

حضرت ابوبکرؓ کی وفات

یرموک کی لڑائی جاری ہی تھی کہ جمادی الثانی ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا، مدینہ کے قاصد نے (ہرکارہ) میدان یرموک میں آکر آپ کی وفات کی خبر سنائی، آپ نے کل دو برس تین مہینے دس دن حکومت کی، لیکن اتنی ذرا سی مدت میں

جتنے بڑے بڑے کام آپ نے کئے، وہ دوسرے سے برسہا برس میں مشکل سے ہو سکتے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی نبوت کے جھوٹے دعویداروں اور
مرتدوں نے اسلام کا چراغ بجھا دینا چاہا، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نہایت مستعدی سے
ان فتنوں کا قلع قمع کر دیا، آپ طبیعت کے نرم لیکن ارادہ کے پکے تھے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا، صحابہ ان کے مقابلہ
میں تلوار اٹھانے کے مخالف تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا، جو شخص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بکری کا ایک بچہ بھی دیتا تھا، اس سے میں تلوار کے
ذریعہ سے وصول کرونگا، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بڑی گہری محبت تھی، ہر وقت
جان و مال سے حاضر رہتے، کبھی سخت سے سخت موقع پر بھی آپ کے قدم پیچھے نہیں ہٹے،
خلافت سے پہلے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، لیکن خلیفہ ہونے کے بعد کام اتنا بڑھا کہ اسکے
لئے وقت نہ نکل سکا، مجبوراً سب کے کہنے سے اپنی گذر اوقات کے لئے بیت المال (سرکاری
خزانہ) سے کچھ تنخواہ لینے لگے، لیکن وفات کے وقت وصیت کر دی کہ اُن کی جائداد
بیچ کر یہ رقم سرکاری خزانہ میں واپس کر دیجائے،

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ میں اس کا بڑا لحاظ رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں جو باتیں نہ تھیں، انہیں نہ ہونے دیا، اس لئے آپ کی خلافت نے باقاعدہ
حکومت کی شکل اختیار نہ کی، نہ کوئی عمارت بنوائی، نہ خزانہ قائم کیا، نہ فوج کا باقاعدہ
محکمہ قائم کیا، جو روپیہ آتا تھا، اُس کو مسلمانوں میں دے دے کر چکا دیتے تھے، اور بیت المال
میں جھاڑو پھروا دیتے تھے، جب جہاد کے لئے فوج کی ضرورت ہوتی تھی، تو مسلمانوں کو
جمع کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو نظام تھا، بعینہٖ اسکو قائم رکھا،

حتیٰ کہ اس زمانہ کے عہدہ داروں میں بھی کوئی ادل بدل نہیں کیا، آپ کا سب سے بڑا کارنامہ
قرآن کا جمع کرنا ہے، اس لئے کہ قرآن مجید اُس وقت چمڑے کے ٹکروں، اونٹ کی ہڈیوں
اور کھجور کے پتوں پر لکھا ہوا تھا، اور وہ بھی کسی ایک شخص کے پاس پورا قرآن نہ تھا، کسی
کے پاس کوئی سورہ تھی، کسی کے پاس کوئی آیت تھی، کسی کے پاس کوئی ٹکڑا تھا حضرت عمرؓ
نے مشورہ دیا کہ پورے قرآن کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے تاکہ آیندہ ضائع نہ ہو جائے، چونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نہ ہوا تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ کو تامل ہوا،
لیکن پھر حضرت عمرؓ کے اصرار سے اس کی مصلحت سمجھ میں آگئی اور آپ نے ان صحابہ سے
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن لکھتے تھے اور جن کو قرآن زیادہ حفظ تھا
بڑی احتیاط سے قرآن شریف ایک جگہ جمع کرا لیا، یہی قرآن ہم آج پڑھتے ہیں،

آپ بڑے نرم دل اور رقیق القلب تھے، مزاج میں مطلق سختی نہ تھی، خلافت
سے پہلے تجارت کے ذریعہ روزی پیدا کرتے تھے، خلافت کے بعد کچھ دنوں تک یہ مشغلہ
قائم رہا، لیکن خلافت کے کاموں کی وجہ سے فرصت نہ ملتی تھی، اس لئے صحابہ نے سالانہ
۶ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا،

(۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱)

ایران

حضرت ابوبکرؓ نے انتقال کے وقت حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا، انتقال کے بعد باضابطہ بیعت ہو گئی اور حضرت عمرؓ نے کام شروع کر دیا،

عرب کی حالت تو حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانہ سے ٹھیک ہو گئی تھی، لیکن ایران اور شام کا معاملہ ابھی تک ابتدائی حالت میں تھا، اوپر پڑھ چکے ہو کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت خالدؓ شام روانہ ہو گئے تھے، اور ان کی جگہ حضرت مثنیٰؓ لشکر کے سردار مقرر ہوئے تھے، اس عرصہ میں ایرانیوں نے اپنی حالت درست کی اور ہرمز کی ماتحتی میں دس ہزار فوج بھیجی، مثنیٰؓ بھی اپنی فوج لیکر آگے بڑھے، بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا، ایرانی بڑی بہادری سے لڑے، لیکن آخر کار شکست کھائی اور میدان سے بُری طرح بھاگے،

ایرانیوں کو اس ہار سے سخت رنج ہوا، اب کی اُنھوں نے اپنے آپ کو اور مضبوط کیا، اور بہت زور سے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں، مثنیٰ نے یہ حالت دیکھی تو سیدھے مدینہ پہونچے اور حالات بیان کئے، اُس وقت حضرت ابوبکرؓ کا آخری وقت تھا حالات سُن کر حضرت عمرؓ کو وصیت کی کہ اس طرف پوری توجہ کریں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے

خلیفہ ہوتے ہی حضرت ابو عبیدہ ثقفیؓ کو ایک بڑا لشکر دے کر روانہ کیا،

ایرانیوں سے کئی معرکے ہوئے، لیکن ہر مرتبہ میدان مسلمانوں ہی کے ہاتھ رہا،

ایرانی سپہ سالار (فوج کے سردار) رستم کو یہ حالت معلوم ہوئی تو غصہ سے کانپ اُٹھا اور فوراً بہمن جادویہ کو تیس ہزار فوج لے کر روانہ کیا، فرات کے کنارے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، مسلمان بڑی بہادری سے لڑے، لیکن عربی گھوڑوں کو کبھی ہاتھیوں سے سابقہ نہ پڑا تھا، اور ایرانی فوج میں ہاتھیوں کی پوری قطار تھی، اون کو دیکھ کر گھوڑے بھڑکنے لگے، اس لئے مجبوراً عرب سوار گھوڑوں سے کود پڑے، اور تلواریں لیکر ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے، خود حضرت ابو عبیدہؓ نے بڑھ کر سفید نشان کے ہاتھی پر تلوار چلائی، تلوار پڑتے ہی ہاتھی بلبلا اُٹھا، اور غصہ میں آکر اُن کے سینے پر پیر رکھدیا، جس سے پسلیاں چور چور ہو گئیں

لڑائی بڑے زور سے جاری تھی، ایرانی جوش میں برابر بڑھتے چلے آرہے تھے اور مسلمان پیچھے ہٹتے جارہے تھے، اتنے میں ایک شخص نے جاکر پل توڑ دیا، تاکہ مسلمان بھاگنے کا خیال چھوڑدیں اور جم کر لڑیں، لیکن لڑائی کا رنگ ایسا بگڑ چکا تھا، کہ ٹھہرنا دشوار ہوگیا، مجبوراً مسلمان پیچھے ہٹے یہاں پل پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا، گھبراہٹ میں کوئی چار ہزار آدمی دریا میں ڈوب کر مر گئے، مثنیٰ نے یہ رنگ دیکھا تو خود آگے جم کر کھڑے ہوگئے اور پیچھے کے لوگوں کو تسلی دی، اور کہا کہ بے فکری سے پُل بنائیں، جب پل بن گیا تو باقی آدمیوں کو حفاظت سے اس پار نکال لے گئے، لیکن اتنے عرصہ میں نو ہزار آدمیوں میں سے صرف تین ہزار رہ گئے تھے،

حضرت عمرؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے حضرت مثنیٰؓ کی مدد کے لئے تابڑ توڑ کئی فوجیں بھیجیں، ادھر مثنیٰ نے بھی فوج تیار کی، یہ سارا لشکر بویب میں جمع ہوا، ایرانی

فوج بھی بہمن کی ماتحتی میں آگے بڑھی، دونوں فوجوں میں بڑی سخت جنگ ہوئی، ایرانی بڑے جوش سے لڑے، لیکن اب کی مسلمانوں سے ایک پیش نہ گئی، آخر شکست کھائی اور ہزاروں آدمی کام آئے، خود سردار بہمن بھی مارا گیا،

اس خبر سے سارے ایران میں ہل چل مچ گئی، ملکہ آزرمی دخت تخت سے اتاری گئی، اس کے بجائے کم سن یزدگرد بادشاہ بنایا گیا، اب کی رستم خود لاکھوں سپاہی لیکر مقابلہ کیلئے نکلا، حضرت عمرؓ کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ایک بڑی بھاری فوج جمع کی اور خود اسے لیکر چلے لیکن صحابہؓ نے روکا کہ یہ مصلحت کے خلاف ہے، آخر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سردار مقرر کئے گئے،

قادسیہ میں جاکر مسلمانوں نے ڈیرا ڈالا، حضرت عمرؓ کا حکم تھا کہ پہلے بادشاہ ایران سے مل لیا جائے، اگر معاملہ طے ہو جائے تو خیر، ورنہ پھر مجبوراً لڑائی شروع کیجائے، چنانچہ کچھ لوگ اس غرض سے یزدگرد کے دربار میں بھیجے گئے، لیکن کوئی بات طے نہ ہو سکی، اور لڑائی ٹھن گئی، اس مرتبہ بھی ہاتھیوں کا سامنا تھا، عربی گھوڑوں نے یہ کالی بلا کبھی کاہے کو دیکھی تھی، بدک بدک کر ہٹنے لگے، یہ مصیبت ایسی سخت تھی کہ پیر اکھڑے جاتے تھے، خیر جوں توں کسی نہ کسی طرح دن تمام ہوا، دوسرے دن مسلمانوں نے جھول اور برقعے ڈال کر اونٹوں کی ایسی ڈراونی شکل بنائی کہ ہاتھی دیکھ دیکھ کر بھاگنے لگے، اور ایرانیوں کی جان عذاب میں آگئی تیسرے دن مسلمانوں نے ہاتھیوں کو مار مار کر بھگا دیا، اور تلواریں لیکر جٹ گئے، دن بھر اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی، آخر دوسرے دن ظہر کے وقت ایرانی بھاگ نکلے، مسلمانوں نے بڑھ کر درفش کاویانی (ایرانی جھنڈا) چھین لیا، رستم زخم کھا کر بھاگا، اور نہر میں کود پڑا، چاہتا تھا کہ تیر کر نکل جائے، لیکن ایک شخص ہلال بن عرفہ نے پکڑ کر قتل کر ڈالا، اس لڑائی میں تیس ہزار

ایرانی مارے گئے،

حضرت عمرؓ کو اس لڑائی کی بڑی فکر تھی، جب فتح کی خبر ملی تو بے حد خوش ہوئے،

قادسیہ کی فتح نے ایرانیوں کی کمر توڑ دی، اور ایک چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد حضرت سعدؓ (مسلمانوں کی فوج کے سردار) نے بڑھ کر ایران کے پایہ تخت مداین پر قبضہ کر لیا، یزدگرد پہلے ہی بھاگ چکا تھا، جو رہ گئے تھے، انھوں نے اطاعت قبول کر لی نوشیرواں کے محل میں پہلے شکرانہ کی نماز پڑھی گئی، پھر وہیں جمعہ ہوا،

مداین میں دولت کی کوئی حد نہ تھی، پانچواں حصہ جب مدینہ شریف پہنچا تو درہم و دینا (سونے چاندی کے سکے) کے علاوہ ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگ گئے، مدائن کے بعد جلولا اور اہواز وغیرہ میں چند لڑائیاں ہوئیں آخری معرکہ نہاوند میں جا کر ہوا، ڈیڑھ لاکھ ایرانی میدان میں آئے مسلمانوں کی تعداد کل تیس ہزار تھی، نعمان بن مقرن فوج کے سردار تھے ایرانی جی توڑ کر لڑے، اتنا خون بہا کہ میدان میں گھوڑوں کے پیر پھسلنے لگے، نعمان زخم کھا گھوڑے سے گرے لیکن گرتے گرتے حکم دیا کہ مجھے سنبھالنے کی ضرورت نہیں آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کرو، ان کے بعد حضرت حذیفہؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا، شام ہوتے ہوتے ایرانی شکست کھا کر بھاگ نکلے مسلمانوں نے ہمدان تک پیچھا کیا، اور اس پر بھی قبضہ کر لیا، فتح کے بعد ایک سپاہی نعمانؓ کے پاس سے گذرا، دیکھا تو آخری وقت تھا، سر اٹھایا، انھوں نے آنکھیں کھول دیں، اور پوچھا کیا ہوا، اس نے کہا فتح، کہا اللہ کا شکر ہے، امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کو جلد اس کی خبر کر دی جائے، یہ کہہ کر ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کر لیں

حضرت عمرؓ کو جب اس فتح کا حال معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے لیکن حضرت نعمانؓ کے غم میں بہت روئے، اس لڑائی میں تیس ہزار کے قریب ایرانی مارے گئے،

اس کے بعد اُن کا زور ٹوٹ گیا، اور پھر کسی بڑی لڑائی کی ہمت نہیں ہوئی، یزدگرد ادھر اُدھر مارا مارا پھر رہا تھا، اور مسلمان فوجیں عرصہ تک اس کا پیچھا کرتی رہیں، لیکن اُس وقت ہاتھ نہ لگا، اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مارا گیا،

(۲)

شام

اوپر پڑھ چکے ہو کہ یرموک کی لڑائی نے رومیوں کی قوت توڑ دی، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اُنکی رہی سہی طاقت بھی ختم ہوگئی، اور سارا ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا، دمشق میں بہت دن لگے، لیکن آخر ایک دن موقع مل ہی گیا، وہاں کے بڑے پادری کے لڑکا پیدا ہوا تھا، اس خوشی میں سارا شہر وہاں جمع تھا، حضرت خالدؓ نے موقع اچھا سمجھا، کچھ آدمی لے کر فوراً شہر میں اُتر گئے، اور لڑائی شروع کر دی، رومیوں نے جو یہ دیکھا تو فوراً حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آکر صلح کر لی، اگرچہ اس وقت تک آدھا شہر فتح ہو چکا تھا، مگر چونکہ حضرت ابو عبیدہؓ صلح کر چکے تھے، اسلئے یہ حصہ بھی اُسی حکم میں شامل کر دیا گیا،

دمشق کے بعد حمص، قنسرین، اور قیساریہ وغیرہ فتح کر کے اسلامی فوجوں نے بیت المقدس کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے، شہر کے لوگوں نے کہا کہ ہم صلح کے لئے تیار ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ خود خلیفہ (حضرت عمرؓ) سے طے ہو، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو سارے حالات کی اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے مدینہ میں حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام کیا اور خود بیت المقدس روانہ ہوگئے، جابیہ کے مقام پر فوج کے سرداروں سے ملاقات ہوئی، اور وہیں صلحنامہ لکھا گیا، اس کے بعد بیت المقدس روانہ ہوئے اس وقت آپ بہت

ہی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے، لوگوں نے چاہا کہ انھیں بدل کر اچھے کپڑے پہن لیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ ہمارے لئے اسلام کی عزت بہت ہے،

بیت المقدس کے بعد پھر کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی، اور مسلمانوں نے رومی پایہ تخت انطاکیہ میں جاکر جھنڈا گاڑ دیا، قیصر روم نے یہ حال دیکھا تو ہوش اڑ گئے، جوں توں ایک جہاز پر بیٹھ کر قسطنطنیہ کی راہ لی، اور سارا ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا،

(۳)

مصر

مصر بھی رومی حکومت کے ماتحت تھا اور شام کی حفاظت کیلئے اُس پر قبضہ کرنا ضروری تھا، اس لئے حضرت عمرو رضؓ بن العاص کا خیال تھا کہ مصر بھی فتح ہو جائے تو رومیوں کی طرف سے خطرہ جاتا رہے، چنانچہ اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا، پہلے تو انکار کیا، لیکن جب حضرت عمرو رضؓ بن العاص نے زیادہ زور دیا تو راضی ہو گئے اور چار ہزار فوج دے کر انھیں مصر کی طرف روانہ کر دیا۔

پہلا مقابلہ شہر فرما میں ہوا، ایک مہینے کے قریب لڑائی ہوتی رہی، آخر رومیوں کو سخت شکست ہوئی، اور مسلمان آگے بڑھ کر خاص مصر تک پہونچ گئے، مقوقس جو بادشاہ روم کی طرف سے یہاں کا حکمراں تھا، پہلے سے مقابلہ کی لئے تیاری کر رہا تھا، جب مسلمان قریب آگئے تو قلعہ میں جم کر بیٹھ گیا، عمرو بن العاص رضؓ نے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے، جب زیادہ دن لگ گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کے ساتھ کوئی دس ہزار فوج بھیجی، اور سات مہینے تک اسلامی فوجیں قلعہ کو گھیرے

پڑی رہیں، لیکن کوئی صورت نہ نکلی، آخر ایک دن حضرت زبیرؓ نے ہمت کی زینہ لگا کر فصیل (چہار دیواری) پر چڑھ گئے، اور اندر اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اب کیا تھا، مسلمان شہر میں داخل ہو گئے، مقوقس نے امان مانگی جو منظور ہوئی،

مقوقس نے یہ صلحنامہ سارے مصر کے لئے کیا تھا، لیکن ہرقل (بادشاہ روم) نے اسے منظور نہیں کیا، اور سمندر کے راستے ایک بڑی زبردست فوج اسکندریہ (مصر کا ایک بڑا شہر) بھیجی، مقوقس صلح کر چکا تھا، اس لئے لڑنا نہ چاہتا تھا، لیکن قیصر روم کے خوف سے بظاہر جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا، لیکن درپردہ عمرو بن العاص سے کہلا دیا کہ ہم اور ہماری قوم اس لڑائی میں شریک نہیں، اس لئے ہم لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے، مسلمانوں نے اس کا وعدہ کر لیا، اور ساری لڑائی میں کسی قبطی (مقوقس کی قوم) کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، رومیوں نے البتہ راستہ میں کئی جگہ مقابلہ کیا، لیکن ہر جگہ شکست کھائی، اسلامی فوج نے بڑھکر اسکندریہ کو گھیر لیا، چونکہ سمندر کی راہ کھلی ہوئی تھی، اس لئے رومیوں کی کل ضرورتیں پوری ہوتی رہتی تھیں، مسلمان مدت تک شہر کے سامنے پڑے رہے، آخر صلح ہو گئی اور مسلمان مصر کی طرف واپس آگئے،

اب سارے ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسلامی فوجوں کے لئے ایک شہر آباد کیا، جو اب بھی فسطاط کے نام سے مشہور ہے، ایک مسجد بھی بنائی جو آج تک جامع عمرو بن عاص کے نام سے موجود ہے،

---

(۴)

حضرت عمرؓ کی وفات

مدینہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام رہتا تھا، ایک بار اُس نے شکایت کی کہ میرے مالک مغیرہ مجھ سے ہر روز دو درم وصول کرتے ہیں، جو میرے لئے بہت زیادہ ہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کام کیا کرتے ہو، اس نے کہا بڑھئی کا کام، لوہاری اور نقاشی، آپ نے فرمایا ان کاموں کو دیکھتے ہوئے تو دو درم کچھ بھی نہیں ہیں، وہ اس فیصلہ سے بہت ناراض ہوا دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو اس نے آگے بڑھکر آپ پر کئی خنجر مارے، جب تک لوگ پکڑیں پکڑیں کئی اور آدمیوں کو زخمی کیا، آخر بڑی مشکل سے ہاتھ آیا، لیکن ابھی کچھ ہونے بھی نہ پایا تھا کہ خود خنجر مار کر مرگیا،

زخم لگنے کے تیسرے دن بدھ کے روز، ۲۷ ذی الحجہ (بقرعید) ۲۳ھ کو حضرت عمرؓ نے وفات پائی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کئے گئے، آپ نے کل ساڑھے دس برس حکومت کی، مرتے وقت تک بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس (۲۲۵۱۰۳۰) مربع میل زمین پر قبضہ ہو چکا تھا،

(۵)

حضرت عمرؓ کے کارنامے

حضرت عمرؓ نے کل ساڑھے دس برس حکومت کی، لیکن اتنی ہی ذرا سی مدت میں روم و ایران کے پرخچے اُڑ گئے، قیصر و کسریٰ (روم و ایران کے بادشاہ) جن کے نام سے کبھی عربوں کے بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی تھی، اب ان کے تخت انہی بدوں کے ہاتھوں میں تھے، وہی عرب جو درختوں اور پتھروں کے آگے سر جھکاتے تھے، دیوی اور دیوتاؤں کے آگے ناک رگڑتے تھے، بادشاہوں کے سامنے سجدہ کرتے تھے، اب جو باہر نکلتے ہیں تو اس شان سے کہ نہ بادشاہوں کو خاطر میں لاتے ہیں نہ سلطنتوں کی پروا کرتے ہیں، نہ فوجوں سے ڈرتے ہیں، لاکھوں آدمی اُنہیں روکنے کے لیے بڑھتے ہیں، لیکن جو سامنے آتا ہے تنکے کی طرح بہ جاتا ہے، لوگ حیران ہیں کہ ایکا ایکی یہ کیا ہو گیا، لیکن اس میں تعجب کی کیا بات ہے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم ہی ایسی زبردست تھی، جہاں ایک بار اسلام کا اثر ہوا، اور اللہ کا خیال دل میں جم کر گیا تھا، ساری دنیا قدموں کے نیچے تھی، وہ اللہ کے ہو گئے تھے، اللہ اُن کا ہو گیا تھا،

(۶)

نظامِ خلافت

جیساکہ اوپر حضرت ابوبکرؓ کے حالات میں معلوم ہوچکا ہے کہ اُنھوں نے اپنے زمانہ میں عہدرسالت کے نظامات علیٰ حالہٖ قائم رکھے، اور اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بہت سے ملک فتح ہوئے، بہت سی فوجیں اسلام لائیں، اس سے خلافت کا نظام وسیع کرنا پڑا، اور اس نے باقاعدہ اسلامی حکومت کی شکل اختیار کرلی اس حکومت کے انتظامات کی فہرست بہت لمبی ہے، اس زمانہ کی ایک متمدن سلطنت کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا، جو آپ نے قائم نہ کیا ہو لیکن ان سب کی بنیاد جمہوریت اور صحیح اسلامی تعلیمات پر رکھی،

مجلس شوریٰ قائم کی، اکابر صحابہ اس کے ارکان تھے، تمام اہم معاملات اسی کے مشورے سے طے ہوتے تھے، اور عام مسلمانوں کو بھی نہایت آزادی کے ساتھ رائے دینے کا اختیار دیا، مفتوح ملکوں کو متعدد صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا اور ان کی مردم شماری کرائی، قابل کاشت زمینوں کا بندوبست کراکے اُن کی پیداوار پر خراج اور عشر مقرر کیا تجارت پر چنگی لگائی، صوبہ میں گورنر، کلکٹر، میر منشی اور خزانچی مقرر کئے، عدالت اور پولیس کے محکمے علیحدہ قائم کئے اور ہر ہر ضلع میں فصل مقدمات کے لئے قاضی مقرر کئے، قانون کی عام واقفیت کے لئے محکمۂ افتاء قائم کیا، عام نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے محکمۂ احتساب قائم کیا، بیت المال کے لئے عظیم الشان عمارت بنوائی، اور تمام ملک کے محاصل کے آمد و خرچ کے حساب کتاب

کا مکمل انتظام کیا، عام ضلعون اور صوبون مین سرکاری عمارتین بنوائین، رفاہ عام کے سلسلے مین سڑک پل، مکہ اور مدینہ کے درمیان ہر ہر منزل پر چوکیان، سرائین اور پانی کے مخزن تیار کرائے، زراعت کی ترقی کے لئے ملک مین متعدد نہرین کھدائین عراق مین کوفہ، بصرہ، موصل اور مصر مین فسطاط جیسے بڑے شہر بسائے، کئی مسجدین بنوائین، ملک کے سارے اندھے، لنگڑے لولے اور اپاہجون کو وظیفے ملتے تھے،

فوج کا بڑا زبردست انتظام کیا، چند برسون مین لئی لاکھ مسلح فوج تیار کرلی تمام بڑے بڑے اہم مقامات اور سرحدون پر چھاؤنیان قائم کین، اور مضبوط قلعے تیار کئے، فوج کے علاوہ ملک کے امن وامان کے لئے پولیس کا محکمہ الگ قائم کیا، حکومت کے عہدہ دارون کی نہایت سختی سے نگرانی کرتے، کسی بڑے سے بڑے عہدہ دار کو معمولی سے معمولی آدمی پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ تھی، عام اعلان کرادیا تھا، کہ جن جن لوگون کو اپنے حاکمون اور عہدہ دارون سے کوئی شکایت ہو تو وہ حج کے موقع پر جب کہ ہر صوبے کے حکام بھی موجود ہوتے ہین، بیان کرین، اس طریقہ پر شکایت کا فوراً تدارک ہوجاتا تھا، کسی عامل کو اسکی زیادتی پر چھوڑتے نہ تھے، بلکہ مجمع عام مین اسے سزا دیتے تھے،

بیت المال کی حفاظت کا بڑا خیال تھا، ایک حبہ بھی بے کار صرف نہ ہونے پاتا تھا ایک مرتبہ آپ کو دوا کیلئے شہد کی ضرورت پڑی، شہد کی حقیقت کیا تھی، مگر جب تک مسلمانون سے اجازت نہ لے لی، اس وقت تک نہ لیا،

رعایا کے آرام و تکلیف کا بڑا خیال تھا، راتون کو گشت کرکے ان کے حالات کی تحقیقات کرتے، دور دراز ملکون مین مخبر مقرر کر رکھے تھے، جو ادنیٰ ادنیٰ باتون کی خبر بھیجتے تھے، تمام رعایا کو آپ ایک نظر سے دیکھتے تھے، امیر غریب سب آپ کی نگاہ مین برابر تھے

دونون کے ساتھ یکسان برتاؤ تھا، انصاف مین کسی کی رورعایت نہین کرتے تھے، حتی کہ اپنی اولاد کو بھی نہ چھوڑتے تھے، ایک لڑکا اسی مین قضا کر گیا،

آپ نے مذہب اسلام کی بڑی خدمت کی، آپ کے زمانہ مین ہزارون آدمی مسلمان ہوئے، ہزارون مسجدین بنوائین، حرم شریف اور مسجد نبوی کی عمارت بہت تنگ تھی اس کو وسیع کرایا، مجاہدین کے بال بچون کے وظیفے مقرر کئے، اللہ کی کتاب اور رسول کے فرمان کو سارے ملک مین پھیلایا، ہر شہر مین قران کی تعلیم کے لئے مدرسے قائم کئے جن مین معمولی لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا، اس لئے عربون مین بہت جلد تعلیم پھیل گئی،

خود بڑے زبردست فاضل صحابی تھے، کئی مذہبی علم آپ نے ایجاد کئے، بڑے عابد زاہد اور متقی تھے، خدا کے خوف سے ہر وقت کانپا کرتے تھے، نہایت معمولی معمولی موٹا جھوٹا کھاتے تھے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے، آپ کی زندگی ایسی سادی تھی، کہ آپ مین اور آپ کے غلام مین کوئی فرق نہ معلوم ہوتا تھا، آپ کا روزانہ خرچ کل دس آنے روزانہ کا تھا، خیال کرنے کی بات ہے کہ عرب، عراق، ایران، شام اور مصر جیسے ملک جس خلیفہ کے زیر فرمان ہون اور قیصر وکسریٰ کے خزانے جس کے قبضہ مین رہے ہون، اس کی زندگی ایسی سادہ ہو،

(۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

(۱)

فتوحات

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا انتخاب ہوا، آپ پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے پہلے حضرت کی بیٹی حضرت رقیہؓ ان کے نکاح میں آئیں، ان کے انتقال کے بعد پھر دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح ہوا، آپ بڑے مالدار تھے، لیکن آپ کی دولت ہمیشہ اللہ کی راہ میں خرچ ہوتی رہی، بعض لڑائیوں میں پوری پوری فوج کا خرچ اٹھایا،

خلیفہ ہوتے ہی آپ نے ایک تقریر کی اور گورنروں اور فوج کے سرداروں کے نام حکم بھیجا کہ رعایا کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں، اس کے بعد انتظامات شروع کئے، ایران حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا، لیکن ابھی یزدگرد (بادشاہ ایران) زندہ تھا جس کی وجہ سے آئے دن کوئی نہ کوئی فساد ہوتا رہتا تھا، حضرت عثمانؓ نے اس طرف پوری توجہ کی، چند ہی دن میں یزدگرد مارا گیا، اس کے بعد اس قسم کے جھگڑے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے، اور خراسان، سیستان، افغانستان، اور خوارزم سے لے کر سندھ تک قبضہ ہو گیا،

ایران پہلے ہی فتح ہو چکا تھا، اب مسلمان آرمینیا کے علاقہ میں بھی گھس گئے، اور تفلس تک فتح کر لیا، ابھی تک مسلمانوں کے پاس جنگی جہاز بالکل نہ تھے، اس لئے سمندر میں رومیوں کا مقابلہ نہ کر پاتے تھے، شام کے گورنر حضرت معاویہؓ نے اس طرف توجہ کی تھوڑے ہی دنوں میں ایک زبردست بیڑا بنا کر قبرص پر قبضہ کر لیا، اور خشکی و تری دونوں پر اسلام کا جھنڈا اڑنے لگا،

مصر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا، تمھیں یاد ہو گا، کہ اسکندریہ کے متعلق رومیوں سے صلح ہو گئی تھی، لیکن انھوں نے وعدہ خلافی کی، اور موقع پا کر سمندر کے راستے پھر فوجیں اتار دیں، حضرت عمروؓ بن العاص کو معلوم ہوا تو بڑھ کر سخت شکست دی، اور شہر پر قبضہ کر کے فصیل توڑ ڈالی، تاکہ پھر کوئی کھٹکا نہ باقی رہے ۲۶ھ میں عمروؓ بن العاص کی جگہ عبداللہؓ بن سعد مصر کے حاکم مقرر ہوئے، انھوں نے ۲۷ھ میں شمالی افریقہ کے علاقے طرابلس، تونس مراکش اور الجزائر وغیرہ فتح کر لئے، اور یورپ کی سرحد تک مسلمان پہونچ گئے، اسی زمانہ میں انھوں نے ہسپانیہ پر بھی حملہ کیا، اسی زمانہ میں ہرقل بادشاہ روم نے ایک مرتبہ پھر اپنا ملک واپس لینے کی کوشش کی، اور سمندر کی راہ سے شام کے ساحل پر حملہ کیا، لیکن اس مرتبہ مسلمانوں کے پاس بیڑا موجود تھا، امیر معاویہؓ خود اپنا بیڑا لیکر پہنچے، کھلے میدان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں رومیوں کو شکست ہوئی، اسکے بعد پھر انھوں نے کبھی ایسی ہمت نہ کی،

مشرق کا قریب قریب کل علاقہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا، ان میں سے بعض بعض مقاموں پر بغاوتیں ہوئیں، حضرت عثمانؓ نے نہایت مستعدی سے انھیں فرو کیا، اسی سلسلہ میں آرمینیہ، آذربیجان اور ایران کے گوشوں کے بعض وہ علاقے جو رہ گئے تھے، فتح ہو گئے خراسان، افغانستان، اور ترکستان میں بعض نئے علاقے زیرنگیں ہوئے، ماوراء النہر پر بھی مسلمانوں نے فوج کشی کی، لیکن یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی،

(۲)

مسلمانون مین تفرقہ
اور
حضرت عثمانؓ کی شہادت

شروع مین حضرت عثمانؓ کا زمانہ بہت اچھا رہا، مسلمان چارون طرف بڑھتے چلے جارہے تھے، اگر دو چار برس یہی حالت رہتی تو ساری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگتا، لیکن چند بدمعاشون نے سارا کام بگاڑ دیا،

اوپر پڑھ چکے ہو کہ یہودی اسلام کے کیسے سخت دشمن تھے، شروع مین انھون نے تلوار کے زور سے مسلمانون کو ختم کر دینا چاہا، اور اس کے لئے جان توڑ کوشش کی، لیکن جب کچھ نہ ہو سکا، تو دوست بن کر نقصان پہونچانے کا ارادہ کیا، عبداللہ بن سبا یمن کا ایک یہودی تھا، اسلام کی ترقی اس سے دیکھی نہ جاتی، لیکن کرتا کیا، اتنی طاقت نہ تھی کہ کھل کر مقابلہ کرتا، آخر کچھ سوچ کر مسلمان ہو گیا، اب رات دن وہ اسی فکر مین رہتا کہ کسی طرح مسلمانون مین پھوٹ پڑجائے، آخر سوچتے سوچتے ایک بات اس کے سمجھ مین آگئی، اس نے دیکھا کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریبی عزیز ہین، ویسے بھی مسلمانون مین ان کی بڑی عزت ہے، اگر ان کے نام پر حضرت عثمانؓ کے خلاف کام کیا جائے، تو بہت جلد کامیابی ہوسکتی ہے، لیکن مشکل یہ تھی کہ عرب مین صحابہ کا اثر کافی موجود تھا، جو حضورؐ کے ساتھ رہ چکے تھے، اور اسلام کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے، اس لئے یہان ایسی باتین چل نہین سکتی تھین، عراق کا

علاقہ ابھی نیا نیا فتح ہوا تھا، اگرچہ یہاں اسلام کافی پھیل گیا تھا، لیکن ابھی تک لوگوں کے دلوں سے ایرانی بادشاہ پرستی[1] کا اثر دور نہیں ہوا تھا، ابن سبا نے سوچا اس سے بہتر اور کون سی جگہ ہو سکتی تھی فوراً یمن سے چل کر بصرہ آیا، اور یہاں پہونچ کر اپنا کام شروع کر دیا،

یہ لوگوں سے ملتا اور کہتا کہ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے عزیز قریب تو یوں ہی رہ گئے، اور ادھر ادھر کے لوگ خلیفہ بن بیٹھے، اب بھی وقت ہے کہ حضرت عثمانؓ کو ہٹا کر ان کی جگہ حضرت علیؓ کو بادشاہ بنا دو، صحابہ ہوتے تو جواب دیتے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا دین پھیلانے آئے تھے، خدانخواستہ کچھ اپنے خاندان میں بادشاہت قائم کرنے تھوڑے ہی آئے تھے، آپ نے تو خود ہی فرمایا تھا کہ نبی کوئی وراثت نہیں چھوڑتے، آخری حج کے موقع پر صاف صاف فرما دیا تھا کہ عزت حسب و نسب سے نہیں ملا کرتی، بلکہ اس کے لئے عمل ضروری ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے، وہی عزت کا زیادہ حقدار ہے، اس بارہ میں آپ نے اتنی سختی فرمائی تھی، کہ اپنے خاندان کے لئے زکواۃ وغیرہ کی آمدنی حرام کر دی تھی، تاکہ لوگ یہ نہ خیال کریں کہ یہ اللہ کا نام لے کر اپنے خاندان میں دولت جمع کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہاں کون تھا جو جواب دیتا، عراقی اور ایرانی بھلا ان باتوں کو کیا سمجھتے، ان کی تو ساری عمر بادشاہوں کی چوکھٹ پر سر رگڑتے گذری تھی، انھوں نے تو زندگی بھر یہی سیکھا تھا کہ باپ کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد پوتا تخت

[1] ایران بلکہ ساری دنیا میں یہی طریقہ تھا کہ لوگ بادشاہوں کو خدا کی طرح مانتے، ان کے آگے سجدے کرتے، اور معلوم نہیں کس کس طرح تعظیم بجا لاتے، باپ کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد پوتا تخت پر بیٹھتا اور یہی درست سمجھا جاتا، لوگ دنیا کی ہر چیز میں اسی طریقہ کو صحیح سمجھتے تھے نبیوں، ولیوں اور بزرگوں کے متعلق بھی ان کا یہی خیال تھا، کہ باپ کی گدی بیٹے ہی کو ملنی چاہیئے،

پر بیٹھتا ہے، انہیں کیا معلوم تھا کہ اسلام خاندان نسل اور خون کے یہی بندھن کاٹنے آیا ہے اور وہ ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، جس میں بادشاہ یا امیر وراثت اور خاندانی اثر کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنی ذاتی قابلیت اور قوم کی رائے سے منتخب ہوگا، نتیجہ یہ ہوا کہ ابن سبا کی باتیں اُن کے دل میں اثر کر گئیں،

رفتہ رفتہ بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر کو خبر ہوئی اُنھوں نے اُسے شہر سے نکلوا دیا، اب یہ شخص کوفہ پہنچا، وہاں بھی اسی قسم کی شرارت کی اور کچھ دن کے بعد نکالا گیا، یہاں سے شام گیا، لیکن وہاں حضرت امیر معاویہؓ کی وجہ سے اس کی کوئی تدبیر نہ چلی، وہاں سے بھاگ کر مصر پہنچا یہاں اُس نے چپکے چپکے اپنا کام شروع کیا، اور تھوڑے دن میں اچھی خاصی جماعت بنالی،

حضرت عثمانؓ بڑی نرم طبیعت کے تھے، اس لیے اون کے زمانہ میں ان کے خاندان کے نوجوانوں نے خلافت کے سبب سے محکمے اپنے قبضہ میں کر لئے، اور چونکہ نوجوان تھے، تجربہ نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی نہیں دیکھا تھا، اس لئے بے دھڑک جو چاہتے کر گذرتے، حضرت عثمانؓ کو اوّل اس کی اطلاع نہ ہونے پائی، اور ہوئی بھی تو اپنی نیکی کی وجہ سے چپ رہے، اس لئے عبداللہ بن سبا کی جماعت کو حضرت عثمانؓ اور ان کی جماعت کو بدنام کرنے کا موقع مل گیا، اور وہ ایک سچ میں دس جھوٹ ملا کر طرح طرح سے مشہور کرتے،

نام بدل بدل کر نئی نئی جگہوں سے مختلف شہروں میں طرح طرح کے خط بھیجے جن میں اپنے شہروں کی بُری حالت دکھاتے، اور افسروں کا ظلم بیان کرتے، لوگ بیچارے کیا جانتے کہ اصل قصہ کیا ہے پڑھکر افسوس کرتے اور کہتے کہ شکر ہے کہ ہم اس

مصیبت سے بچے ہوئے ہیں، غرض کہ چند ہی برس میں سارے ملک میں یہی چرچا ہونے لگا، اب مدینہ میں بھی اسی قسم کی خبریں آنی شروع ہوئیں، لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خبر دی، اور کہا ذرا دریافت تو فرمایئے واقعہ کیا ہے، آپنے اس غرض سے کئی معتبر آدمی روانہ فرمائے، سب نے واپس آکر بیان کیا کہ کہیں کوئی خرابی نہیں ہے، ہر جگہ امن ہے، اور تمام کام پہلے کی طرح خیر و خوبی سے ہو رہے ہیں، لیکن سبائی (ابن سبا کے آدمی) برابر جھوٹ پھیلاتے رہے، اسکا اثر یہ ہوا کہ ساری سلطنت میں حضرت عثمانؓ اور اُن کے افسروں کے خلاف قصے مشہور ہو گئے، یہانتک کہ مدینہ میں بھی یہ ذکر ہونے لگا،

جب چرچا زیادہ ہوا تو حضرت عثمانؓ نے تمام افسروں کو حکم بھیجا کہ موقع پر حاضر ہوں، جب سب جمع ہوئے تو پوچھا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے، اور یہ خبریں کیوں پھیل رہی ہیں، لوگوں نے کہا کہ صاف صاف تو پتہ نہیں چلتا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ چند بدمعاش مل کر اس قسم کی خبریں اڑاتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ایسے لوگوں کو پکڑ کر قتل کر دیں تاکہ یہ فتنہ دب جائے، لیکن حضرت عثمانؓ بہت ہی نرم مزاج اور رحمدل تھے، آپ امکان بھر وہ رعایا کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے، چونکہ سبائی ابھی تک اچھی طرح ظاہر نہیں ہوئے تھے، اس لئے اُنھوں نے صرف شبہہ پر اتنی سخت کارروائی کی اجازت نہیں دی، اور یہ آگ یوں ہی چپکے چپکے سلگتی رہی،

کچھ دنوں کے بعد کوفہ بصرہ اور مصر تینوں مقامات کے سبائی آپس میں طے کر کے مدینہ روانہ ہوئے، اور شہر کے باہر جاکر ٹھہر گئے، حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان لوگوں کو بُلایا، اور سب صحابہ کے سامنے ان سے کہا کہ اپنی شکایتیں بیان کریں، جب یہ سب کہہ چکے تو آپ نے ہر بات کا پورا پورا جواب دیا، اور اچھی طرح سمجھایا کہ

صورت کیا ہے ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ اپنے عزیزون کے ساتھ سلوک کیون کرتے ہین، آپ نے فرمایا کہ مین جو کچھ کرتا ہون اپنے ذاتی مال سے کرتا ہون، سرکاری خزانہ سے کبھی ایک حبہ بھی ان کو نہین دیتا، میرا تو یہ حال ہے کہ اپنے خرچ کے لئے بھی کبھی ایک پیسہ (تنخواہ) سرکاری خزانہ سے نہین لیتا ہون، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ مروان ابن حکم کو مکہ آنے کی اجازت کیون دی تو بھائی اس مین میرا کیا قصور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زندگی مین اجازت دیدی تھی، اب مین روکنے والا کون ہون، تم لوگ کہتے ہو کہ مین نے نوجوانون کو حاکم بنادیا ہے، تو یہ کوئی بری بات نہین، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو (جو بہت کم عمر تھے) بڑے بڑے سن رسیدہ صحابہؓ پر امیر بنایا تھا، حالانکہ اس وقت ان کی عمر صرف سترہ سال کی تھی، مین نے جسے امیر بنایا ہے، اس کی لیاقت، عقل، دینداری اور ایمان داری کو جانچ کر امیر بنایا ہے، تم کہتے ہو کہ مین نے عبداللہ ابن سعد کو ایک بڑی رقم کیون دی، حالانکہ تمھین معلوم ہے کہ خلیفہ کو انعام واکرام دینے کا اختیار ہے، انھون نے افریقہ کی فتح مین بڑی محنت کی تھی اس پر خوش ہوکر انھین یہ انعام دیا گیا، لیکن پھر بھی لوگون کی ناخوشی کے خیال سے وہ واپس لے لیا گیا،

غرض کہ حضرت عثمانؓ نے انکی ایک ایک بات کا پورا پورا جواب دیا، ہر ہر جواب پر صحابہ سے پوچھتے جاتے تھے کہ ٹھیک ہے، یا نہین، سب کہتے کہ بالکل صحیح اور درست،

حضرت عثمانؓ نے ہر بات اس طرح صاف کردی تھی کہ اگر سچ مچ کوئی شکایت ہوتی تو ختم ہوگئی ہوتی، لیکن ان لوگون کا مقصد یہ تھوڑے ہی تھا یہ تو صرف فساد چاہتے تھے، چنانچہ واپس جاکر پھر ادھر ادھر خط کتابت شروع کی، اور غلط سلط باتین پھیلانے لگے، اور اگلے سال حج و زیارت کے نام سے کوفہ، بصرہ، مصر سے سولہ سولہ سو آدمی

چلے، اس خیال سے کہ لوگ شبہہ نہ کرین چار ٹکڑے کر کے آگے پیچھے روانہ ہوئے، اور مدینہ سے تین منزل پہلے ٹھہر گئے، پہلے مدینہ کی حالت دیکھنے کے لئے دو دو آدمی روانہ ہوئے پھر موقع دیکھ کر کچھ اور زیادہ لوگ آئے، اور حضرت علیؓ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ سے ملے، ان سے حضرت عثمانؓ کی برائیان بیان کین، اور کہا کہ ہم چاہتے ہین، کہ ان کے بجائے آپ خلافت کا کام سنبھالین، لیکن ان تینون بزرگون نے صاف انکار کر دیا، تو یہ لوگ اپنے ساتھیون کے پاس واپس گئے، اس کے بعد پھر اکٹھا ہو کر سب نے مدینہ پر دھاوا کر دیا اور آکر حضرت عثمانؓ کا مکان چارون طرف سے گھیر لیا، اور شہر مین اعلان (پکار) کر دیا کہ جو شخص خیریت چاہتا ہو، ہتھیار رکھ دے،

حضرت علیؓ نے جاکر پوچھا کہ ابھی تو تم چلے گئے تھے، اب کیون واپس آئے ہو، مصر والے بولے ہم تو چپ چاپ چلے جا رہے تھے، راستہ مین ہم نے ایک خط پکڑا جس مین لکھا ہے کہ جب ہم مصر پہونچین تو قتل کر دئے جائین، یہ سن کر حضرت علیؓ نے کوفہ اور بصرہ والون سے پوچھا کہ تم کیون آئے ہو، انھون نے بھی یہی جواب دیا، اب ان لوگون کا جھوٹ بالکل ظاہر تھا،

حضرت علیؓ نے فرمایا، کہ تم سب کا راستہ تو الگ الگ ہے، آخر تین منزل کے بعد تمھین یہ کیسے معلوم ہوا کہ مصریون کے لئے اس قسم کا حکم جا رہا تھا، جسے انھون نے پکڑ لیا ہے، کہ مارے جوش کے مدد کے لئے آپہونچے، خدا کی قسم تم سب جھوٹے ہو، تم نے پہلے ہی سے ساز باز کر رکھا تھا،

کوئی بات ہوتی تو جواب دیتے، جھوٹ کہان تک چلتا، حضرت علیؓ کے اعتراض پر یہ سب ہکا بکا ہو کر رہ گئے، جب کچھ جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے، آپ جو چاہیں کہین ہم تو

اس خلیفہ کو قتل کر کے رہیں گے، اس میں آپ بھی ہمارا ساتھ دیجئے، حضرت علیؓ نے ان پر لعنت کی، اور کہا ہرگز نہیں، میں تمھارا ساتھ کسی طرح نہیں دے سکتا، حضرت طلحہؓ، اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ بھی ایسی ہی باتیں ہوئیں، اُنھوں نے بھی انھیں ڈانٹا اور ان پر لعنت بھیجی لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا، اور یہ سیدھے حضرت عثمانؓ کے پاس گئے، اور وہی جعلی خط پیش کیا، یہ خط ایسا صاف بنا ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے دیکھتے ہی انکار کیا کہ یہ نہ میرا خط ہے، اور نہ اس کی بابت کچھ جانتا ہوں، اگر سچ مچ کوئی واقعہ ہوتا تو یہ لوگ جان جاتے لیکن ان کا تو منشا ہی کچھ اور تھا، اس لئے وہی رٹ لگائے رہے کہ نہیں ہم نہ مانیں گے، یہ تو آپ ہی کا خط ہے،

گھر پہلے ہی گھیر چکے تھے، چند دن کے بعد نکلنا بیٹھنا، دانہ پانی سب بند کر دیا، یہ بڑا نازک وقت تھا، بڑے بڑے صحابہ گھروں میں بند تھے، کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ باہر نکل سکیں، سارے شہر میں انہی شیطانوں کا راج تھا، حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کو نہیں بچا سکتے، اور باغی اُن کو بھی بدنام کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے صاحبزادوں حسنؓ حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیجدیا، اور خود مدینہ چھوڑ کر چلے گئے،

غرضکہ مدینہ بالکل خالی ہو گیا، اور باغیوں نے آخر بائیس روز کے محاصرے کے بعد دروازہ میں آگ لگا دی، اور اُسے گرا کر اندر گھس گئے، بعض لوگ پڑوس کے مکان سے کود کر پہونچ گئے، حضرت عثمانؓ قرآن مجید پڑھ رہے تھے، باغیوں (بلوہ کرنے والوں) نے تلوار ماری تو فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر خون کے قطرے گرے، آپ کی بی بی حضرت نائلہؓ نے بچانا چاہا تو ان کی انگلیاں ہتھیلی سے کٹ گئیں، قتل کے بعد سر کاٹا، پھر گھر کا سارا سامان لوٹ لیا،

یہ واقعہ ۱۸ ذی الحجہ (بقر عید) ۳۵ھ (۲۰ مئی ۶۵۶ء) کو ہوا، اسی دن سے مسلمان ایسے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے کہ پھر آج تک جڑنا نصیب نہ ہوا، اب تک مسلمان اپنے خلیفہ یا سردار کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانا کفر کے برابر سمجھتے تھے لیکن اس کے بعد یہ خیال دل سے نکل گیا، اور ایک مسلمان کی تلوار دوسرے مسلمان کی گردن کاٹنے لگی، اور وہ مسلمان جو زور وقوت میں پہاڑ تھے، آپس میں ٹکرا کے چور چور ہو گئے،

حضرت عثمانؓ نے شروع شروع میں بجنسہ حضرت عمرؓ کے انتظامات قائم رکھے، لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد اس میں رد و بدل شروع کر دیا، آپ کے زمانہ میں مسلمانوں کا بحری بیڑا بنا، امیر معاویہؓ کو بہت دنوں سے اس کا بڑا شوق تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی تھی، شروع شروع میں حضرت عثمانؓ بھی انکار کرتے رہے، لیکن جب آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے، تو اجازت دیدی، امیر معاویہؓ نے چند دنوں میں ایسا زبردست بیڑا تیار کر لیا، کہ قیصر روم کے پانسو جہازوں کے بیڑے کو نہایت بری شکست دی،

حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے زمانہ میں بہت سے رفاہ عام کے کام کئے، پل بنوائے، سڑکیں نکلوائیں، مسافر خانے تعمیر کرائے، لوگوں کے وظیفوں میں اضافہ کیا،

مذہبی خدمت بھی انجام دی، مسجد نبویؐ کی عمارت تنگ تھی، اُسے تڑوا کر بڑی زبردست اور خوبصورت عمارت بنوائی، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ قرآن کی اشاعت کی، اور تم پڑھ چکے ہو کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے زمانہ میں قرآن مرتب کرا چکے تھے، جو حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا ہوا تھا، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں عجمی مسلمانوں نے قرآن کی قرأتوں میں اختلاف شروع کیا، کوئی کسی طریقہ سے پڑھتا، کوئی کسی طریقے سے، حضرت عثمانؓ

کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ والا قرآن منگا کر اس کی نقلین کرا کے تمام ملکون مین بھیج دین، اور جو قرآن تھے، انھین لے کر ضائع کرا دیا، اگر حضرت عثمانؓ نے فوراً یہ تدبیر نہ کی ہوتی تو مسلمانون مین بڑا فتنہ پیدا ہو جاتا، اور اللہ کی کتاب مین اختلاف قائم ہو جاتا،

یہ سب کچھ آپ نے کیا، لیکن آپ نرم مزاج اور نیک ایسے تھے کہ سختی جانتے ہی نہ تھے، اس کا یہ نتیجہ ہوا، کہ نظام خلافت کو کچھ آپ کے خاندان والون نے اور کچھ آپ کے اختلاف نے گڑبڑ کیا، آپ کے مخالفین جو پہلے ہی تاک مین تھے آپ کو بدنام کر کے اتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا، جس کو تم اوپر پڑھ چکے ہو،

آپ بڑے نیک، نرم مزاج اور بردبار تھے سختی کرنا جانتے ہی نہ تھے سخت سے سخت باتین سن کر پی جاتے تھے، آپ کے دل مین خدا کا بڑا خوف تھا ہر وقت خدا کے خوف سے کانپا کرتے تھے شرم وحیا آپ مین اتنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کا لحاظ کرتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ابتدا سے ناز ونعمت مین پرورش پائی تھی، اس لئے موٹا جھوٹا نہ کھا سکتے تھے اور خوش خوراک وخوش لباس تھے، لیکن اس کے باوجود زہد وتقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، طبیعت مین بڑی سادگی تھی، لونڈی غلام سب کچھ تھے، لیکن اپنا کام اپنے ہاتھون سے کرتے تھے، ضرورت کے وقت بہت کام آتے تھے، اپنے خاندان کے تمام غریبون کی پرورش اپنے روپیہ سے کرتے تھے،

---

(۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۱)

آپس کے جھگڑے

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد صحابہؓ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا پچھلے باب مین حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حالات پڑھ چکے ہو کہ مدینہ مین باغیون کی حکومت تھی، ان کو کوئی دبانے والا نہ تھا، اس لئے یہ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ ہو گئے، ان کو نکالنا آپ کے بس مین بھی نہ تھا، اس لئے خاموش رہے،

خلافت کے بعد حضرت علیؓ بڑی سخت مشکل مین پھنسے ہوئے تھے، لوگ آآکر کہتے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلون کو پوری پوری سزا دی جائے، حضرت علیؓ کی خود بھی یہی رائے تھی، لیکن مشکل یہ تھی کہ باغی (بلوائی) چارون طرف ایسے چھا گئے تھے، کہ ان کے خلاف کچھ کرنا تو بڑی بات ہے، زبان سے بھی ایک لفظ نکالنا دشوار تھا، آپ نے لوگون کو سمجھایا کہ ابھی ٹھہر جاؤ، ذرا حالت بدلے تو ان باغیون کی خبر لیجائے، لیکن کچھ لوگ آپ کی مجبوری کو سمجھتے نہ تھے، یا سمجھنا نہین چاہتے تھے، اس لئے ان کا اصرار برابر بڑھتا جاتا تھا، اور چونکہ قاتل آپ کی فوج مین آگئے تھے، اس لئے بعض لوگون کو بدگمانی پیدا ہو گئی، کہ آپ قصاص کو

ٹالنا چاہتے ہیں، اُنھوں نے مکہ جاکر حضرت عائشہؓ سے کہا کہ عثمانؓ بڑے ظلم کے ساتھ مار ڈالے گئے، اور کوئی اُن کا بدلہ لینے والا نہیں ہے، حضرت عائشہؓ کو یہ سنکر بڑا صدمہ ہوا، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی آگئے، آپ اُن کو لے کر خود حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے نکل پڑیں،

حضرت علیؓ آپس میں جھگڑا لڑائی پسند نہ کرتے تھے، لیکن ایسی صورت میں کرتے کیا، قاتل آپ کے قبضہ میں نہ تھے، اور حضرت عائشہؓ وغیرہ ان قاتلوں سے بدلہ لینے کے لئے آمادہ تھیں،

غرض دونوں طرف کی فوجیں بصرہ کی طرف بڑھیں، جو عرب کا سب سے بڑا مرکزی فوجی تھا، پہلے صلح کی بات چیت شروع ہوئی، چونکہ نیت دونوں کی اچھی تھی، اس لئے معاملہ جلد طے ہوگیا، رات کو دونوں طرف کے لوگ اطمینان سے سوئے، لیکن سبائی (ابن سبا کے آدمی) کب پسند کرتے تھے، کہ مسلمانوں میں میل ہو جائے، دوسرے ان کو سب سے بڑا ڈر یہ تھا کہ اگر آپس میں صلح ہوگئی تو ان کی خیر نہیں، اس لئے اُنھوں نے ٹھان لیا کہ چاہے جو کچھ ہو جائے صلح نہ ہونے پائے، اس لئے رات گئے جب سب سو گئے تو سبائیوں نے اکٹھا کر ہو کر طے کیا کہ کچھ لوگ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ کے خیموں کے پاس کھڑے ہو جائیں، باقی لوگ دونوں لشکروں پر حملہ کردیں، جب شور ہو، اور حضرت علیؓ پوچھیں کہ کیا ہوا تو کہا جائے کہ حضرت عائشہؓ کے لشکر نے حملہ کر دیا ہے، اسی طرح جب حضرت عائشہؓ یا حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ پوچھیں تو کہہ دیا جائے کہ حضرت علیؓ کی فوج نے حملہ کر دیا ہے، اسطرح اچھی خاصی جنگ شروع ہو جائے گی،

جنگِ جمل رائے پاس ہوگئی تو یہ لوگ خوشی خوشی اُٹھے اور صبح ہونے سے پہلے دونوں فوجوں

پر حملہ کر دیا حضرت علیؓ نے پوچھا تو کہا کہ حضرت عائشہؓ کے آدمیوں نے چھاپہ مارا ہے، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو کہا کہ حضرت علیؓ کے لشکر نے حملہ کر دیا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف کے لوگوں کو غصہ آیا، اور صبح ہوتے ہوتے اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی، دن بھر بڑی سخت لڑائی رہی، آخر بڑی مشکل سے شام کے قریب حضرت عائشہؓ کا اونٹ زخمی ہو کر گرا، تو لڑائی ختم ہوئی، لیکن اس وقت تک دس ہزار آدمی مارے جا چکے تھے، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اسی میں شہید ہوئے، عمرو بن جرموزان حضرت زبیرؓ کا سر کاٹ کر حضرت علیؓ کے پاس لایا، وہ سمجھتا تھا کہ انعام واکرام سے مالا مال کر دیا جائیگا، لیکن حضرت علیؓ دیکھتے ہی رو پڑے، اور فرمایا کہ زبیرؓ کے قاتل کو جہنم (دوزخ) کی بشارت دے دو،

لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور آپس میں صفائی ہو گئی، اس کے بعد حضرت عائشہؓ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئیں، رخصت ہوتے وقت خود حضرت علیؓ کئی میل تک ساتھ تشریف لے گئے، اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو حفاظت کے لئے مدینہ تک ساتھ بھیجا،

صفین کی لڑائی ابھی خدا خدا کر کے ایک جھگڑے سے نجات ملی تھی کہ اس سے بھی بڑا دوسرا جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گیا، امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے، حضرت علیؓ نے اُن کو معزول کر دیا، امیر معاویہؓ بھی معزولی کے ماننے والے آدمی نہ تھے، اس لئے حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے، امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قریبی عزیز تھے، اُن کو آپ کی شہادت کا غم تھا، اور حضرت عثمانؓ کے قاتل حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اس لئے امیر معاویہؓ کو ایک بہانہ ہاتھ آیا، اور وہ حضرت علیؓ

لہ اونٹ کو عربی میں جمل کہتے ہیں، اسی لئے اس لڑائی کا نام جنگ جمل ہے،

کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوگئے، چنانچہ حضرت علیؓ نے جب اُن کے پاس بیعت کرنے کے لئے کہلایا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ جب تک عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ نہ کروگے ہم بیعت نہ کریں گے، لیکن حضرت علیؓ اُس کے متعلق کیا کرسکتے تھے اُن کے پاس اتنی طاقت کہاں تھی کہ چار یا پچ ہزار باغیوں کو سزا دیتے، اسلئے امیر معاویہؓ فوج لیکر نکل کھڑے ہوئے، حضرت علیؓ بھی بڑھے، ۳۷ھ کو صفین کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، مہینوں بڑی سخت لڑائی ہوتی رہی، اس لڑائی میں ایک لاکھ کے قریب آدمی مارے گئے، آخری دن، سارا دن اور ساری رات تلوار چلتی رہی، دوسرے دن صبح کو شامی پیچھے ہٹنے لگے اور قریب تھا کہ بالکل شکست کھا جائیں کہ یکایک نیزوں پر قرآن بلند کرکے پکارنے لگے کہ ہمارے تمھارے درمیان اللہ کی کتاب فیصلہ کرے گی، حضرت علیؓ نے بہیترا سمجھایا کہ یہ ایک چال ہے، لڑائی جاری رکھو، بس اب فتح ہوا ہی چاہتی ہے، لیکن بھلا یہ کب سننے والے تھے، یہ تو حضرت عثمانؓ کو شہید کرکے شیر ہوگئے تھے، جب حضرت علیؓ نے زیادہ زور دیا تو بگڑ کر کہنے لگے، بس رہنے دیجئے، اگر آپ نے جنگ ختم نہ کی تو آپ کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا، جو حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہوچکا ہے، مجبوراً حضرت علیؓ کو فوجیں ہٹا لینی پڑیں اور اچھی خاصی جیتی جتائی لڑائی ہارجانی پڑی، اس کے بعد دونوں طرف سے دو آدمی مقرر ہوئے، کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کردیں، حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے، اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاصؓ تھے، اس کے بعد حضرت معاویہؓ دمشق چلے گئے، اور حضرت علیؓ کوفہ واپس آگئے،

تھوڑی بحث کے بعد دونوں نے مل کر طے کردیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ

دونوں خلافت سے الگ کر دیئے جائیں، اور مسلمان کسی تیسرے شخص کو خلیفہ بنالیں، وقت پر دونوں پنچوں نے اپنا فیصلہ سنایا، ابو موسیٰؓ نے دونوں کو معزول کر دیا، لیکن جب عمرو بن العاصؓ کی باری آئی تو انھوں نے کہا کہ میں علیؓ کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہؓ کو جو عثمانؓ کے خون کے ولی ہیں، برقرار رکھتا ہوں، ظاہر ہے یہ فیصلہ حضرت علیؓ کسی طرح نہیں مان سکتے تھے، اس لئے آپ نے پھر شام پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا، لیکن خود اُن کے لشکر میں جھگڑا پیدا ہو گیا، اور خارجیوں کی ایک نئی جماعت پیدا ہو گئی جو خود حضرت علیؓ کی مخالف ہو گئی،

اس کی تہ میں بھی وہی سبائی (عبداللہ بن سبا کے آدمی) کام کر رہے تھے، اوپر پڑھ چکے ہو کہ یہ لوگ کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ لڑائی ختم ہو، جنگ جمل (حضرت عائشہؓ والی لڑائی) انہی کی وجہ سے ہوئی، صفین (حضرت معاویہؓ والی لڑائی) کا معرکہ انہی کی بدولت پیش آیا، پھر حضرت علیؓ کو فتح ہونے لگی، اور ان لوگوں کو نظر آیا کہ اس کے بعد ہماری باری ہے، تو قرآن کی آڑ لی، اور حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ جیتی جتائی لڑائی ختم کر دیں پھر جب پنچ مقرر ہوئے اور انھیں معلوم ہوا کہ صلح ہو جانے والی ہے، جس کے بعد ہماری خیر نہیں، تو اُسے کفر قرار دیا، اور حضرت علیؓ سے کہنے لگے کہ اس گناہ سے توبہ کیجئے ورنہ ہم آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے،

اب جب حضرت علیؓ نے غلط فیصلہ ناپسند کیا، اور چاہا کہ شام پر چڑھائی کریں تو انھیں خیال ہوا کہ اگر اس میں حضرت علیؓ کو کامیابی ہو گئی تو اُس کے بعد ہمارا نمبر ہے لہٰذا انھوں نے اس کی مخالفت کی، اور شام کی طرف جانے کے بجائے خود حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے، اور ہنگامہ شروع کر دیا، حضرت علیؓ نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ

یہ کسی طرح سمجھ جائیں، اور اپنی شرارت سے باز آجائیں، لیکن اُنھوں نے ایک نہ سنی اور سنتے کیسے ان کا تو مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں میں تفرقہ قائم رہے، مجبوراً حضرت علیؓ نے اُن کے مقابلہ کی تیاری کی، اور نہروان کے مقام پر بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں خارجیوں کو سخت شکست ہوئی۔

یہ قصہ ختم ہوا تو حضرت علیؓ نے پھر شام کا ارادہ کیا، لیکن کوئی بھی تیار نہ ہوا، اور جھوٹ موٹ بہانے کرکے گھروں میں بیٹھ رہے، حضرت علیؓ نے یہ رنگ دیکھا تو کوفہ واپس تشریف لائے، یہاں روزانہ تقریریں کرتے، اور لوگوں کو جوش دلاتے لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا، آخر عاجز ہو کر شام کا خیال ہی چھوڑ دیا،

آخر میں دونوں طرف کے لوگ بڑے ردو کد اور خط و کتابت کے بعد ۴۰ھ میں اس بات پر رضامند ہو گئے کہ شام اور اس کے ملحقات پر امیر معاویہؓ اور عراق اور اس کے ملحقات حجاز و خراسان وغیرہ پر حضرت علیؓ حکومت کریں،

(۲)

حضرت علیؓ کی شہادت

خارجیوں کی جو جماعت حضرت علیؓ کے طرفداروں سے الگ ہو گئی تھی، گو نہروان میں اس کی کمر ٹوٹ گئی تھی، مگر اس جماعت کے لوگ ملک میں اب بھی باقی تھے انہیں سے تین آدمیوں نے مل کر یہ عہد کیا کہ حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ تینوں کا ایک ہی دن ایک ہی وقت خاتمہ کر دیں،

۱۵ رمضان ۴۰ھ کو صبح کے وقت آپ کوفہ کی مسجد میں نماز پڑھنے جا رہے تھے،

مسجد میں قدم رکھتے ہی عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے سر پر تلوار ماری، زخم ایسا گہرا تھا کہ بچ نہ سکے اور تیسرے دن، ۱۷ رمضان سنہ ۴۰ھ کو آپ کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، امیر معاویہؓ پر بھی اُسی دن اُسی وقت دمشق کی مسجد میں حملہ ہوا، مگر وار اوچھا پڑا، اور بچ گئے، عمرو بن العاصؓ اتفاقاً اُس دن مسجد نہ جا سکے تھے، اُن کی جگہ ایک دوسرا شخص نماز پڑھانے نکلا اور شبہہ میں مارا گیا،

حضرت علیؓ کے خلیفہ ہوتے ہی چاروں طرف ایسے جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ آپ کو مسلمانوں کی خدمت کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا، تاہم حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بنی اُمیہ کے آدمیوں نے جو بے عنوانیاں اور خرابیاں پیدا کر دی تھیں، ان کو یک قلم مٹا دیا اور اپنے حاکموں اور عہدہ داروں کی ہمیشہ نگرانی کرتے رہے، کہ وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھنے پائیں، رعایا کے ساتھ ان کا طرزِ عمل بڑا مشفقانہ تھا، آپ علم کے اعتبار سے اپنے تمام ساتھیوں میں بہت ممتاز تھے، فیصلے تو آپ کے جیسے کوئی کر ہی نہیں سکتا تھا، آپ نے بڑے دلچسپ مقدمات فیصل کئے ہیں، تقریر بڑی اچھی کرتے تھے، آپ کے زمانہ میں آپ کے پلہ کا کوئی مقرر نہ تھا،

بڑے عابد و زاہد خلیفہ تھے، نہایت سادہ اور معمولی طرح رہتے تھے، روکھا سوکھا کھانا کھاتے تھے، اور موٹا جھوٹا پہنتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ آپ فیاض اتنے بڑے تھے کہ پیسہ ہاتھوں میں رُکتا ہی نہ تھا، ادھر آیا، اودھر گیا، کوئی فقیر محتاج آپ کے در سے مایوس نہ ہوتا تھا، کبھی ایسا ہوتا تھا کہ گھر کا کل کھانا فقیر کو کھلا دیا، اور خود بھوکا رہنا پڑا، آپ کے مزاج میں بڑی سادگی تھی، اپنا جوتا تک اپنے ہاتھوں سے ٹانک لیتے تھے،

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد عراق کے لوگوں نے آپ کے بڑے صاجزادے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، امام حسنؓ بڑے نیک اور نرم مزاج تھے، لڑائی جھگڑے کو سخت ناپسند کرتے تھے، امیر معاویہؓ ان کی نیکی کو سمجھتے تھے، اس لئے اُن کی بیعت کے بعد سارے ملک پر قبضہ کر لینا چاہا، حضرت حسنؓ اپنی حکومت کے لئے مسلمانوں میں جھگڑا فساد نہیں چاہتے تھے، اس لئے اُنھوں نے فوراً حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور سارے ملک کی حکومت ان کے سپرد کر دی،

ربیع الاوّل (بارہ وفات) سنہ ۴۱ھ کو یہ صلحنامہ ہوا اور مدت کے بعد مسلمان پھر ایک جھنڈے کے نیچے آگئے، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ "میرا یہ بیٹا سید ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دیگا"

تیسرا باب[۳]

بنی امیہ[۱] کی خلافت

(۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

(۱)

ملک کا انتظام

حضرت امام حسنؓ سے صلح کے بعد خلافت پورے طور سے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں آگئی اور بہت دنوں تک آپ ہی کے خاندان میں رہی، ۲۵ ربیع الاول (بارہ وفات[۴۱] ھ) کو آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، اور مدت کے بعد مسلمان پھر ایک جھنڈے کے نیچے آگئے، آپ بہت ہی لائق اور سمجھدار بادشاہ ہوئے ہیں، رعایا کے ساتھ بڑی محبت اور نرمی کرتے

---

[۱] حضرت کے نکڑ دادا (دادا کے دادا) عبد مناف کے دو لڑکے تھے (۱) ہاشم (۲) امیہ، ہاشم کی اولاد میں ہمارے حضرت ہیں، اور امیہ کی اولاد میں امیر معاویہؓ، مروان اور ان کا خاندان، یہ لوگ اُموی یا بنی اُمیہ کہلاتے ہیں،

تھے، جب تک بالکل مجبور نہ ہو جاتے، ہرگز کسی کو سزا نہ دیتے تھے، آپ کی اسی حکمت و تدبیر سے تمام ملک میں امن ہو گیا،

عراق میں البتہ آئے دن جھگڑے بکھیڑے ہوتے رہتے تھے، پہلے آپ نے چاہا کہ نرمی سے کام چل جائے تو اچھا ہے، لیکن عراقیوں کو تو تم جانتے ہو کہ کیسے شریر تھے، جیسی جیسی ان کے ساتھ رعایت ہوتی اور جس قدر انھیں طرح دیجاتی ویسے ہی وہ اور شیر ہوتے جاتے آخر جب کسی طرح کام نہ چلا تو حضرت معاویہؓ نے زیاد کو یہاں کا حاکم بنا کر بھیجا، زیاد نے بصرہ پہونچ کر ایک سخت تقریر کی اور کہا کہ

"ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے گھر اور خاندان کے لوگوں کو برائی سے روکے ورنہ گنہگار کے بدلہ بے گناہ کو بھی سزا دونگا، بھاگنے والے کے بدلے موجود کو پکڑونگا، رات کو باہر پھرنے والا قتل کر دیا جائیگا، جو کسی کے گھر آگ لگائے گا میں خود اُسے جلا دونگا، جو کسی کے گھر میں سیندھ کاٹے گا، میں اس کا دل چیر ڈالونگا، کفن گھسوٹوں کو اسی قبر میں زندہ گاڑ دونگا، اگر جاہلیت کی کوئی بات کسی کی زبان سے نکلی تو اُس کی زبان کاٹ کر پھینک دونگا،

(ہاں) جو حکم مانے گا اس کے ساتھ اچھا سلوک ہوگا، حاجت مند کیلئے میرا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، رات برات جب چاہے آ سکتا ہے، میں اسکی ضرورت پوری کرنے کو تیار ہوں۔"

زیاد نے صرف تقریر ہی نہیں کی بلکہ اس پر پورا پورا عمل کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی دن میں سارے فتنے دب گئے، اور یہ حالت ہو گئی کہ مکانوں اور دکانوں کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے، لیکن کیا مجال کہ کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ لے، سڑک پر کسی کی کوئی چیز

گرجاتی تو اسی طرح پڑی رہتی خارجیوں کی قوت بھی قریب قریب ختم ہوگئی،

(۲)

فتوحات

حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں رومیوں سے کئی لڑائیاں ہوئیں، جن میں مسلمانوں کو فتح ہوئی، آخر قسطنطنیہ پر ایک زبردست حملہ کیا گیا، لیکن کامیابی نہیں ہوئی،

افریقہ کا انتظام عقبہ بن نافع کے سپرد ہوا، اور اُن کی کوششوں سے قریب قریب سارا بربری علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا، اور مصر سے لیکر مراکش تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا، یہاں اُنھوں نے قیروان آباد کرکے فوجی چھاؤنی قائم کی،

عقبہ کی ہمت کا یہ حال تھا کہ جب فتح کرتے کرتے بحر ظلمات کے کنارے پہونچ گئے تو سمندر میں گھوڑے ڈال دیئے، لیکن جب آگے پانی ہی پانی نظر آیا تو رک گئے اور فرمایا:-

"اے اللہ یہ سمندر روکتا ہے، نہیں تو جہاں تک زمین ملتی تیری راہ میں لڑتا چلا جاتا"

(۳)

ولی عہدی

امیر معاویہؓ خلافت راشدہ کا طریقہ ختم کرکے بادشاہت قائم کرنا چاہتے تھے، اس لئے جب اُن کی عمر آخر ہونے کو آئی تو مغیرہ بن شعبہ کی رائے سے اپنے لڑکے یزید کو ولی عہد بنا کر

اس کی بیعت لینی شروع کر دی،

لیکن ابھی ملک میں یزید سے بدرجہا بہتر لوگ موجود تھے، اس لئے بعض بزرگوں نے اُسے پسند نہیں کیا، حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سخت مخالفت کی، کہ اس سے اسلام کی جمہوری روح مٹ جائیگی اور آئندہ کے لئے شخصی حکومت کا بیج پڑ جائے گا۔ؔ

کچھ شک نہیں کہ ان بزرگوں کی یہ رائے درست تھی، اس سے اسلام کو ایسا سخت دھچکا لگا کہ آج تک سنبھلنا نصیب نہ ہوا، لیکن اس وقت بڑی مشکل یہ تھی کہ بنی امیہ کی قوت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ سارے ملک پر چھائے ہوئے تھے، اس لئے اُن کے خلاف کچھ کرنا ناممکن تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت معاویہؓ ان حالات کو خوب سمجھتے تھے، اُنھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ بنی امیہ نے بڑی محنت سے سلطنت حاصل کی ہے، اور اب کسی طرح اُسے اپنے خاندان سے باہر نہ جانے دیں گے، ان سب باتوں کو سوچ کر انھوں نے

ؔ اسلام سے پہلے دنیا میں حکومت کا طریقہ یہ تھا کہ ایک بادشاہ ہوتا تھا جو اپنی رائے سے جو چاہتا تھا کرتا تھا، رعایا کو اس کے کاموں میں رائے دینے کا کوئی حق نہ تھا، جب وہ بادشاہ مرتا تو اسکی جگہ اس کا بیٹا، اور اسکے بعد اس کا پوتا تخت پر بیٹھتا، اور اپنی رائے سے کام کرتا، یہی شخصی حکومت ہے، اسلام نے یہ طریقہ بدل دیا اور ایک ایسی حکومت قائم کی جسمیں بادشاہ رعایا کی رائے سے بنایا جاتا تھا، اور انہی کی صلاح سے حکومت کرتا تھا اس میں بادشاہ کیلئے بادشاہ کا بیٹا اور پوتا ہونا ضروری نہیں تھا، بلکہ لوگ قابلیت اور لیاقت دیکھکر سب سے بہتر آدمی کو بادشاہ بناتے تھے، جسے وہ خلیفہ کہتے تھے، اس طریقہ میں خوبی یہ ہے کہ کبھی کوئی خراب آدمی بادشاہ یا خلیفہ نہیں ہوسکتا، ہمیشہ ملک کا انتظام اچھے ہاتھوں میں رہتا ہے جسکی وجہ سے ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے برابر یہی طریقہ رہا، یزید کی جانشینی کے وقت سے یہ طریقہ بدلا اور مسلمانوں میں بھی شخصی بادشاہت شروع ہوگئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی حکومت کمزور ہوتے ہوتے ختم کے قریب آگئی، اسی سبب سمجھ کر حضرت امام حسینؓ نے اسکی مخالفت کی تھی،

یہی رائے قائم کی کہ یزید ہی کو خلیفہ بنانا چاہئے،

دوسری طرف یہ بھی واقعہ تھا کہ اس سے شخصی حکومت کی بنیاد پڑ رہی تھی، اور صاف نظر آرہا تھا، کہ اسلام کا وہ جمہوری نظام حکومت جس نے چند ہی دنوں میں دنیا کی کایا پلٹ دی تھی، اور دم کے دم میں عرب کے بدوؤں کو قیصر و کسریٰ کے محل میں لیجا کر کھڑا کر دیا تھا، اب ہمیشہ کے لئے ختم ہورہا ہے، حضرت امام حسینؓ اور اُن کے دوستوں کو بھی خیال تھا جس کی وجہ سے اُنھوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی، اور اس راہ میں اپنی جان تک کی بازی لگا دی،

بہرحال ان بزرگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کسی نہ کسی طرح بیعت کر لی، اس کے بعد سنہ ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے وفات پائی،

(۲)

یزید

(۱)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت معاویہؓ کے بعد یزید بادشاہ ہوا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کی مخالفت کا حال پڑھ چکے ہو، ادھر کوفہ کے لوگ بھی مخالف تھے، وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اس غرض سے انھوں نے ایک دو نہیں پورے ڈیڑھ سو خط لکھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق جانتے ہو کہ وہ یزید کی بادشاہت ناپسند کرتے تھے، اور صرف ناپسند ہی نہیں بلکہ اسے اصول اسلام کے بالکل خلاف سمجھتے تھے لیکن ابھی تک اس سے بچاؤ کی صورت سمجھ میں نہ آئی تھی، اب کوفہ سے جو اس قسم کی خبریں آتی شروع ہوئیں تو آپ نے سوچا کہ یہ موقع اچھا ہے، ان لوگوں کی مدد سے پھر صحیح اسلامی حکومت قائم کیجا سکتی ہے، لیکن حضرت علیؓ کے ساتھ ان کوفیوں کا برتاؤ آپ کو اچھی طرح یاد تھا، اس لئے ان خبروں پر یقین نہ آتا تھا، آخر صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے چچیرے بھائی حضرت مسلم کو کوفہ روانہ کیا، مسلم کوفہ پہونچے تو اٹھارہ ہزار آدمیوں نے فوراً بیعت کر لی یہ صورت دیکھ کر آپ نے

حضرت امام حسینؓ کو لکھا کہ یہاں کے حالات اچھے ہیں، آپ تشریف لائیے،
اس خط کے بعد اب کوئی شک نہ رہا، اور حضرت امام حسینؓ کوفہ روانہ ہو گئے،

یزید کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اُدھر روانہ کیا، ابن زیاد نے آتے ہی سختی شروع کی، نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہی چار دن میں سارے کوفی اس کے ساتھ ہو گئے اور بیچارے حضرت مسلم اکیلے رہ گئے اور جن لوگوں نے بلایا تھا، وہی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گئے، جہاں آپ شہید کر دیئے گئے،

امام حسینؓ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ یہ خبر ملی، لوگوں کی رائے ہوئی کہ واپس چلیں لیکن حضرت مسلم کے عزیز کسی طرح راضی نہ ہوئے، اور کہنے لگے یا تو مسلم کا بدلہ لیں گے یا خود بھی انہی کی طرح جان دیدیں گے، تھوڑی دور اور آگے پہونچے، تو حُر ایک ہزار سواروں کے ساتھ ملا، اب کوفہ کی حالت بالکل ظاہر ہو چکی تھی، آپ نے واپس ہونا چاہا، لیکن حُر نے روکا، مجبوراً آگے بڑھنا پڑا، کربلا کے مقام پر پہونچے تھے کہ عمر بن سعد ایک دوسری فوج کے ساتھ ملا، اور بیعت طلب کی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے واپس جانا چاہا، لیکن ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ بغیر بیعت کے چھٹکارا نہیں ہو سکتا، آپ نے بہیترا سمجھایا، لیکن ابن زیاد کب ماننے والا تھا، آخر آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں مانتے تو مجھے یزید کے پاس لے چلو، اس سے مل کر میں خود طے کر لونگا، لیکن ابن زیاد کا دماغ بگڑ چکا تھا، اس کی سمجھ میں یہ باتیں کیسے آتیں، وہ وہی رٹ لگائے رہا کہ بس یہیں بیعت کرو،

اب حضرت امام حسینؓ بالکل مجبور تھے، اُن سے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ بیعت کر کے اسلام کی روح ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں، ان کی بیعت کا مطلب یہ تھا کہ یہ غلط

طرز حکومت اسلامی اصول کے خلاف نہیں ہو، ظاہر ہے کہ حضرت امام حسینؓ یہ کبھی بھی نہیں کرسکتے تھے، چنانچہ آپ نے انکار کردیا،

اب ابن زیاد نے حکم بھیجا کہ جنگ شروع کردیجائے، اور حضرت امام حسینؓ اوراُن کے ساتھیوں پر دانہ پانی بند کردیا جائے، اس حکم پر اس سختی سے عمل ہوا کہ ننھے ننھے بچے تک پیاس سے بلک بلک کر روتے تھے، لیکن کیا مجال کہ پانی کی ایک بوند بھی اون کی حلق میں پڑسکے، سامنے دریا بہ رہا تھا، اور جانور تک پانی پی پی کر اپنی پیاس بجھا رہے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور ان کے خاندان والے ایک ایک قطرے کے لئے ترس رہے تھے، لیکن اس پر بھی ظالموں کو رحم نہیں آیا تھا، ۱۰ محرم ۶۱ھ کو لڑائی شروع ہوئی، حضرت امام حسینؓ اور آپ کے ساتھی بڑی ہمت اور بہادری سے لڑے، چار ہزار دشمنوں کے مقابلہ میں بہتر آدمی کیا کرسکتے تھے چند گھنٹے میں سب کے سب شہید ہوگئے، صرف امام زین العابدینؓ بیمار تھے اسلئے بچ گئے، دشمنوں کے سر کاٹ کر برچھیوں پر چڑھائے، عورتوں کو گرفتار کیا، اور پہلے کوفہ پھر وہاں سے شام روانہ ہوگئے، جب یہ لٹا پھٹکا قافلہ دمشق پہنچا تو دشمن تک یہ حال دیکھکر رو پڑے،

یزید بھی ضبط نہ کرسکا، اور بے اختیار رو دیا، اور ابن زیاد کو بہت بُرا بھلا کہا، اور اہل بیت کو نہایت آرام سے رکھ کر چند دن کے بعد بہت سا سامان دیکر سواروں کی حفاظت میں مدینہ واپس کردیا،

(۲)

مدینہ منورہ پر چڑھائی

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی یزید کے مخالف تھے، یہ لڑائی کا رنگ دیکھ کر مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے تھے، یزید کو ان کی جانب سے بڑا خطرہ تھا، مدینہ والے بھی یزید کے خلاف ہو گئے، اس لئے امام حسینؓ کے بعد اس نے ابن زبیرؓ اور مدینہ والوں کی طرف توجہ کی، اور مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار فوج دے کر مدینہ روانہ کیا، مدینہ والوں کو شکست ہوئی، اور تین دن تک ایسی لوٹ مار رہی کہ خدا کی پناہ، بڑے بڑے لوگ مارے گئے، اور سارا مدینہ قریب اجاڑ ہو گیا،

مدینہ کو اس طرح لوٹ کھسوٹ کر تباہ و برباد کر کے یہ فوج ابن زبیرؓ سے بیعت لینے کے لئے مکہ کی طرف بڑھی، مسلم بن عقبہ راستہ ہی میں مر گیا، اور حصین ابن نمیر فوج کا سردار ہوا، ۲۶ محرم کو یہ لشکر مکہ معظمہ پہنچا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مقابلے کے لئے نکلے، لیکن شکست کھا کر پھر شہر میں آ گئے، شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا، اور پتھر برسانے شروع کئے، ابھی لڑائی ہو ہی رہی تھی کہ یزید کے مرنے کی خبر آئی، اور جنگ ختم ہو گئی، (۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ)

(۳)

مروان

یزید کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کے بیٹے معاویہؓ کو خلیفہ بنایا، یہ بڑا ہی نیک فطرت تھا، یزید کے مظالم کو دیکھ کر اس کا دل حکومت کی جانب سے پھر گیا تھا، چند مہینہ حکومت کرنے کے بعد اُس نے تخت چھوڑ دیا، اور کہا مجھے سلطنت و حکومت سے کوئی غرض نہیں، تم جسے چاہو بادشاہ بناؤ، یہ کہکر گھر چلا گیا، اور تین ماہ بعد وفات پاگیا، اس کے بعد مروان بنی امیہ کا بادشاہ ہو گیا،

ادھر مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پہلے ہی سے خلیفہ بنا لئے گئے تھے، یزید کے مرنے کے بعد اور دوسرے اسلامی ملکوں نے بھی انہی کے ہاتھ پر بیعت کر لی، شام کا بھی بڑا حصہ انہی کا تابعدار ہو گیا، اور صرف فلسطین (بیت المقدس کا علاقہ) مروان کے پاس باقی رہ گیا، ۲۰ محرم ۶۵ھ کو مرج راہط کے مقام پر ضحاک بن قیس (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے طرفدار) اور مروان سے مقابلہ ہوا، بیس دن لڑائی ہوتی رہی، آخر ضحاک مارے گئے اور شام بنی امیہ کے قبضہ میں آگیا، کچھ دن کے بعد مصر پر بھی اُن کا قبضہ ہو گیا،

(۴)

عبدالملک

رمضان ۶۵ھ میں مروان مرگیا، اور اس کا بیٹا عبدالملک بادشاہ ہوا، اب بڑی بڑی طاقتیں صرف دو تھیں، ایک طرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے، دوسری طرف عبدالملک، دونوں میں جنگ ہونے والی ہی تھی کہ بیچ میں مختار کا قصہ نکل آیا، یہ شخص پہلے حضرت علیؓ کے خاندان کا دشمن تھا ایک مرتبہ حضرت امام حسنؓ کو گرفتار کرکے دشمن کے سپرد کر دینا چاہا تھا لیکن اب جو ملک میں یہ ابتری دیکھی تو اپنی حکومت قائم کرنے کیلئے جھٹ حضرت امام حسینؓ کے خون کا نام لیکر کھڑا ہوگیا، تھوڑے دنوں میں سارے عراق پر اس کا قبضہ ہوگیا، اس کی خود نیت تو درست نہ تھی لیکن اتنا اچھا ہوا کہ اس طرح حضرت امام حسینؓ کے قاتل ایک ایک کرکے مارے گئے، اور ان ظالموں سے دنیا پاک ہوگئی،

عراق پر قبضہ کے بعد مختار کے حوصلے اتنے بڑھ گئے کہ اُس نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کی آخر حضرت مصعبؓ (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی اور حضرت امام حسینؓ کے داماد یعنی حضرت سکینہ کے شوہر) مقابلہ پر گئے جس میں اُنھیں فتح ہوئی اور مختار مارا گیا،

ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا مقابلہ

شروع ہوا، سب سے پہلے عراق میں حضرت مصعبؓ سے مقابلہ ہوا، حضرت مصعبؓ بڑی بہادری سے لڑے لیکن عراقیوں کی دغابازی تو جانتے ہی ہو، یہاں بھی وہی حرکت کی، سب کے سب عبد الملک سے مل گئے، اور میدان میں حضرت مصعبؓ کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے، نتیجہ ظاہر ہے، عبد الملک کو فتح ہوئی اور حضرت مصعبؓ شہید ہو گئے،

اس کے بعد عبد الملک کے حکم سے حجاج بن یوسف مکہ کی طرف روانہ ہوا اور جاتے ہی شہر کو گھیر لیا، اور پتھر برسانے شروع کئے، چند ہی دن میں شہر کا دانہ پانی ختم ہو گیا، اور لوگ ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑنے لگے، یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ میدان میں نکلے اور لڑ کر شہید ہوئے،

۷۳ھ میں آپ کی شہادت کے بعد عبد الملک کا کوئی مخالف نہ رہا، اور بارہ برس کے بعد پھر تمام اسلامی ملک ایک بادشاہ کے قبضہ میں آ گئے، عراق سے ہر وقت ڈر رہتا تھا، اس لئے وہاں حجاج کو مقرر کیا گیا جس نے اپنی سختی سے سب کو خاموش کر دیا،

خارجیوں سے بھی کئی لڑائیاں ہوئیں، آخر ان کی طاقت ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی، عبد الملک کا اکثر زمانہ آپس کے ایسے سخت جھگڑوں میں گذرا کہ شروع میں قیصر روم سے دب کر صلح کرنی پڑی، لیکن جب ذرا اطمینان ہوا، اور مسلمان پھر ایک ہوئے اور رومیوں سے سخت جنگ ہوئی اور قیساریہ کے مقام پر انھیں بری طرح شکست ہوئی، پورب کی طرف جیحوں ندی کے اُس پار پر ترکستان تک مسلمان پہونچ گئے، افریقہ کا شمالی (اتر کا) حصہ پہلے ہی فتح ہو چکا تھا، لیکن ابھی تک بربروں میں دم تھا، جہاں موقع ملتا مسلمانوں پر حملہ کرتے، عبد الملک کے زمانہ میں اُنھوں نے بڑا زور باندھا،

ملکہ کاہنہ کی طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ تھوڑے دن کے لئے معلوم ہونے لگا کہ بس اب یہاں سے مسلمانوں کا چل چلاؤ ہے، لیکن حسین بن نعمان اور موسیٰ بن نصیر کی کوشش سے ان کا زور ایسا ٹوٹا کہ پھر اُٹھنے کی سکت نہ رہی، اور بحر ظلمات تک پھر مسلمانوں کا ڈنکا بجنے لگا،

۱۵ ر شوال (عید) ۸۶ھ کو ۲۱ سال ایک ماہ پندرہ دن کی بادشاہت کے بعد عبدالملک کا انتقال ہوگیا،

(۵)
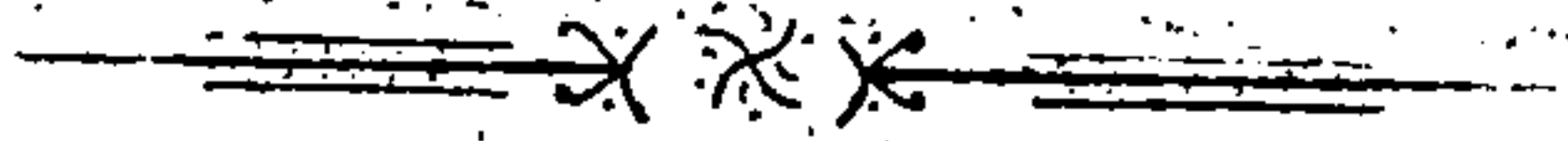
ولید

باپ کی وصیت کے مطابق ۸۶ھ میں ولید تخت پر بیٹھا، اُس وقت جھگڑا فساد کہیں نام کو نہ تھا، سارے ملک میں امن تھا، آپس کے میل و محبت کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی، اور اُنھیں بہت زیادہ کامیابی ہونے لگی، ایک طرف ملک کا انتظام بہت بہتر ہوگیا، جگہ جگہ کنویں کھد گئے، سڑکیں بنیں، محتاج خانے قائم ہوئے، مسجدیں تیار ہوئیں، مدرسے کھلے، شفا خانے جاری ہوئے، یتیم خانے بنے، اندھوں لولوں اور اپاہجوں کے لئے انتظام ہوا، غرضکہ سارا ملک آباد اور خوشحال ہوگیا، دوسری طرف مسلمان سپہ سالاروں نے ساری دنیا اُلٹ پلٹ ڈالی، محمد بن قاسم نے سندھ پر چڑھائی کی، اور سندھ سے لیکر ملتان تک سارا علاقہ فتح کرلیا، مسلمہ نے رومیوں کے پرخچے اڑادیئے، قتیبہ نے سمرقند سے کاشغر تک قبضہ کرلیا، اور آگے بڑھکر شاہ چین کو خراج دینے پر مجبور کردیا، طارق اور موسیٰ بن نصیر نے افریقہ سے گذر کر اندلس (اسپین) فتح کرلیا، اور وہاں سے شمالی فرانس تک قبضہ کرلیا،

دیکھو اتفاق و اتحاد اور آپس میں میل جول کیسی برکت کی چیز ہے، پندرہ بیس برس پہلے یہی مسلمان تھے، جنھوں نے قیصر (شاہ روم) سے دب کر صلح کی تھی، اور اب جو جھگڑے مٹے اور میل جول بڑھا تو رومیوں کی کیا حیثیت ہے ساری دنیا کے پرخچے اڑادیئے،

۹۶ھ میں ولید نے وفات پائی،

(۶)

سلیمان

ولید کے بعد اُس کا بھائی سلیمان تخت پر بیٹھا، یہ بڑا سخی اور رحمدل تھا، اُس نے حجاج کی سختیاں دور کیں، اور رعایا کو آرام پہنچانے کی کوشش کی، اگر دو تین غلطیاں نہ ہو جاتیں تو ہمیشہ اس کا نام عزت و محبت سے لیا جاتا،

اوپر قتیبہ، محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر کا حال پڑھ چکے ہو، کہ ان لوگوں کی وجہ سے مسلمانوں کو کتنا فائدہ پہنچا، لیکن افسوس سلیمان نے کچھ تو حجاج کی ضد میں کچھ لوگوں کی لگائی بجھائی سے محمد بن قاسم اور قتیبہ کو قتل کرا دیا، اور موسیٰ بن نصیر کو برطرف کر دیا،

ایسے بڑے بڑے جنرلوں کے مارے جانے سے فتوحات کا سلسلہ بالکل رک گیا، قسطنطنیہ پر البتہ حملہ کیا گیا، لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی، ۲۰ رصفر ۹۹ھ کو سلیمان کا انتقال ہو گیا،

(۷)

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز

سلیمان کے بعد اُس کی وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، آپ نے کل ڈھائی برس حکومت کی، لیکن اتنی ہی مدت میں ملک کی کایا پلٹ دی، ہر قسم کی ظلم و زیادتی موقوف ہوگئی، نسل و قوم کا فرق مٹ گیا، اور امیر و غریب ایک درجہ پر آگئے، بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمانہ ستر بہتر برس پیچھے لوٹ گیا ہے اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ حکومت کر رہے ہیں۔

اسلام کی روح جو بادشاہت کے زور میں مٹ چلی تھی اب پھر سے زندہ ہوگئی، ہر طرف اللہ و رسول کا ذکر ہونے لگا، اور آخرت جسے لوگ بھول چکے تھے اب پھر اُس کا دھیان آنے لگا، دنیا تو ہمیشہ دین کے قدموں تلے رہی ہے، یاد کرو عرب کے بدوؤں کے پاس کیا تھا لیکن اسلام جو آیا تو چند ہی برس میں قیصر و کسریٰ کے تخت ان کے قدموں کے نیچے آگئے، اور مدینہ سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے پٹ گیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے وقت میں بھی یہی ہوا، دینداری کے بڑھتے ہی ہر قسم کی ترقی کے دروازے کھل گئے اور بلا ظلم و زیادتی کے دولت کے ڈھیر لگ گئے، اگر کہیں دس بیس برس زندہ رہتے، تو خدا معلوم دنیا کہاں سے کہاں پہنچ جاتی، لیکن افسوس کہ ابھی تین برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ ۱۰۱ھ میں وفات پاگئے، کہتے ہیں کہ کسی خاندانی دشمن نے زہر دیدیا،

(۸)

یزید بن عبدالملک

بنی امیہ بادشاہت کے عادی ہو چکے تھے، اسلئے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ناخوش تھے، چنانچہ ان کے بعد یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا، تو اس نے ان کے طریقے کو بالکل بدل دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ترقی پھر رک گئی، اور آرمینا کے تھوڑے سے علاقہ کی فتح کے سوا باقی آپس ہی میں جھگڑے ہوتے رہے جس سے سلطنت کو سخت نقصان پہنچا،

(۹)

ہشام

یزید کے بعد ۱۰۵ھ میں ہشام بادشاہ ہوا، یہ بہت ہی ہوشیار، عقلمند اور بہادر تھا، اس کے زمانہ میں سلطنت کو کافی قوت حاصل ہوئی، افریقہ میں ایک بار پھر بربروں نے زور کیا، لیکن انھیں سخت شکست ہوئی اور یہ قصہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا، سوڈان کے کچھ شہر فتح ہوئے، ترکستان میں سخت معرکہ رہا، رومیوں سے جنگ ہوئی اور سب میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی،

ہشام کی حکمت و تدبیر سے سلطنت میں پھر جان آگئی لیکن گھن تو پہلے ہی لگ چکا تھا، بات یہ ہے کہ بنی امیہ بادشاہ تھے، اور تم جانتے ہو کہ بادشاہ کسی کی سنتے تو ہیں نہیں بس اچھا برا جو ان کے جی میں آتا ہے کرتے رہتے ہیں، لیکن لوگ صحابہ

کا زمانہ دیکھ چکے تھے، وہ حضرت ابوبکرؓ کی پرہیزگاری، حضرت عمرؓ کا انصاف، حضرت عثمانؓ کی نیکی اور حضرت علیؓ کی سچائی ڈھونڈھتے تھے، لیکن وہ ان بادشاہوں میں کہاں تھی، یہی وجہ ہے، کہ جب موقع ملتا کوئی نہ کوئی لڑائی شروع ہو جاتی، یزید اور عبدالملک کے زمانہ کے حالات پڑھ چکے ہو، ہشام کے زمانہ میں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت زید نے جہاد کیا، اور اگر کوفہ کے لوگ وقت پر ساتھ نہ چھوڑ دیتے تو بنی امیہ کا تختہ الٹ جاتا، لیکن کوفہ والوں کو تم جانتے ہو کہ کیسے دغاباز اور ڈرپوک تھے، مقابلہ پڑا تو ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت شہید ہو گئے، ۱۲۵ھ میں ہشام کا انتقال ہو گیا،

(۱۰)

ولید دوم

ہشام کے بعد عبدالملک کا پوتا ولید تخت پر بیٹھا، یہ بہت ہی بدمزاج اور آوارہ تھا، ہر وقت شراب پیتا، اور بدکاری میں لگا رہتا، اس کی ان حرکتوں سے لوگ عاجز آ گئے، اور ۱۲۶ھ میں قتل کر دیا،

(۱۱)

یزید سوم

ولید کے بعد یزید بادشاہ ہوا، اس کے وقت میں بھی آپس میں بڑے جھگڑے رہے جس سے بنی امیہ کی قوت ٹوٹ گئی اور ان کے خلاف کام کرنے والوں کو موقع مل گیا، چھ مہینے کی بادشاہت کے بعد ذی الحجہ (بقرعید) ۱۲۶ھ میں یزید مر گیا،

(۱۴)

مروان دوم

یزید سوم کے بعد لوگ عبد الملک کے پوتے ابراہیم کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے،
لیکن عبد الملک کے بھتیجے مروان بن محمد نے ابراہیم کو شکست دی، اور خود بادشاہ بن گیا
اس کی اس حرکت سے بنو امیہ بہت ناخوش ہوئے اور سلیمان بن ہشام ایک بڑی فوج لیکر
مقابلہ پر آیا، قنسرین کے قریب بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی، سلیمان کو شکست ہوئی اور
اس کے تیس ہزار آدمی مارے گئے،

اسی پر بس نہین بلکہ اور بیسیون جھگڑے لگے رہتے تھے، کبھی کوفہ مین لڑائی ہوتی، کبھی فلسطین مین جھگڑا ہوتا، کبھی حجاز مین فساد ہوتا، غرض کہ مروان کے لئے روز مصیبت رہتی،

ایک طرف تو یہ قصے ہو رہے تھے دوسری طرف عباسی[1] زور باندھ رہے تھے، ادبر
کئی جگہ پڑھ چکے ہو کہ لوگ بنی امیہ کو دل سے پسند نہین کرتے تھے، حضرت امام حسینؓ
کی شہادت کے بعد یہ نفرت بڑھ گئی، لوگ دل ہی دل مین تدبیرین سوچتے رہتے اور جب
موقع پاتے چڑھ دوڑتے، عباسی مدت سے اندر ہی اندر اپنا کام کر رہے تھے، ان کے
آدمی چارون طرف پھیلے ہوئے تھے، اور چپکے چپکے لوگون کو اپنے مین ملا رہے تھے، اتفا
سے انھین ابو مسلم خراسانی ایک بڑا زبردست آدمی مل گیا، جس نے چند ہی

[1] حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، ان کی اولاد عباسی کہلاتی ہے،

برس مین سارے ملک میں انکا اثر پھیلادیا،

تیاری پوری ہو چکی تھی کہ یکایک مروان کو خبر ہوئی اور عباسیون کے سردار ابراہیم (بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ) پکڑ کر قید کر دیئے گئے، جہان ان کا انتقال ہو گیا، لیکن کہین ان باتون سے ایسے معاملے ختم ہوتے ہین، ابراہیم کے بعد ان کے خاندان کے لوگ بھاگ کر کوفہ پہنچے اور اپنے مددگار ابو مسلمہ کے یہان ٹھہرے، ابو مسلم چاہتا تھا کہ حضرت علیؓ کے خاندان سے کسی کو خلیفہ بنائے، لیکن جب ان مین سے کوئی تیار نہ ہوا، تو ابراہیم کے بھائی ابو العباس سفاح کے ہاتھون بیعت ہوئی،

بادشاہ ہوتے ہی سفاح نے اپنے چچا عبد اللہ بن علی کو مروان کی طرف بھیجا، دجلہ کی شاخ نہر زاب کے کنارے دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، مروان بڑی بہادری سے لڑا، لیکن وقت آچکا تھا، سخت شکست ہوئی، مروان جان بچا کر بھاگا، لیکن عباسی فوجین پیچھے تھین، آخر چھ ماہ کی بھاگ دوڑ کے بعد، ۲ ذی الحجہ (بقرعید) ۱۳۲ھ کو مروان مصر کے گاؤن بوصیر مین مارا گیا، اور بنی امیہ کی اس بادشاہت کا مشرق کی سرزمین مین خاتمہ ہو گیا،

چوتھا باب

بنی عباس

(۱)

ابوالعبّاس سفّاح

مروان کے بعد رہا سہا کھٹکا بھی نکل گیا، اور بادشاہت بالکل سفاح کے ہاتھ میں آگئی، چونکہ اس کو نئی نئی سلطنت ملی تھی، دشمنون کا اثر جا بجا موجود تھا، اس لیے اس نے سختی شروع کر دی، اور اس سختی مین اتنا حد سے بڑھ گیا کہ اس کا نام "سفاح" یعنی خونریز پڑ گیا،

امویون سے اس کو بڑا کھٹکا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ جب تک ان مین کچھ بھی دم باقی رہے گا، اس وقت تک اس کو اطمینان نصیب نہ ہوگا، اس لئے اس نے بہت سے امویون کو پکڑ کے قتل کرا دیا، ان کی عداوت مین اموی بادشاہون کی لاشین اکھڑوا کر سولی پر چڑھوا دین، بنی امیہ مین ایک عبدالرحمٰن بچ نکلا، یہ بھاگ کر اندلس پہنچا، اور چند ہی دن مین وہان ایک خاصی حکومت قائم کر لی جو سیکڑون برس تک

قائم رہی،

سفاح کے زمانہ مین نئی نئی حکومت قائم ہوئی تھی، اس لئے جگہ جگہ بغاوتین ہوئین بہت سے گورنر باغی ہو گئے مگر سفاح نے نہایت مستعدی سے سب کو قابو مین کر لیا،

۱۳ ذی الحجہ (بقرعید) ۱۳۶ھ کو سفاح کی موت ہوئی، یہ ایک طرف بڑا ظالم تھا، دوسری طرف بڑا سخی داتا تھا، دونون ہاتھون سے روپیہ لٹاتا تھا،

(۲)

منصور

سفاح کے بعد منصور تخت پر بیٹھا، یہ بڑا بہادر، عقلمند اور سمجھدار اور بڑے رعب داب کا بادشاہ تھا، اس کو عیش و آرام کے سامانون سے بڑی نفرت تھی، اور سپاہیون کی طرح زندگی بسر کرتا تھا، اس کے زمانہ مین کچھ تو نبی امیہ کے بچے کھچے لوگون سے جھگڑے ہوئے، کچھ سیدون (حضرت فاطمہ رضؓ کی اولاد) سے مقابلے رہے، کچھ خود اپنے سردارون اور سپہ سالارون سے لڑائی ہوئی، لیکن منصور نے اپنی ہمت و تدبیر سے سب کو شکست دی،

سب سے پہلے منصور کو اپنے چچا عبداللہ بن علی سے لڑنا پڑا، معاملہ سخت تھا، لیکن ابو مسلم خراسانی کی تدبیر سے عبداللہ کو شکست ہوئی اور پکڑ کر منصور کے سامنے آیا، جہاں قید کر دیا گیا، اور اسی حالت مین (۱۴۷ھ) مر گیا،

ابو مسلم پہلے ہی کچھ کم نہ تھا، لیکن اس فتح کے بعد تو اس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ اب سلطنت اسی کی مرضی پر چلتی نظر آتی تھی، منصور کوئی بچہ تو تھا نہین، وہ بھی دنیا دیکھ چکا تھا، فوراً تاڑ گیا، اور ترکیب سے دربار مین بلا کر قتل کرا دیا، اسکے بعد اطمینان ہو گیا،

اور محمد بن نفس ذکیہ کے سوا کوئی خاص لڑائی نہین ہوئی،

اوپر پڑھ چکے ہو کہ نبی امیہ کے خلاف جو کچھ کام کیا گیا، وہ سب نبی فاطمہ (سیدون) کے نام سے کیا گیا، امید تھی کہ آگے چل کر یہی لوگ بادشاہ ہون گے، لیکن جب وقت آیا تو حکومت عباسیون کے ہاتھ مین چلی گئی، اور سفاح بادشاہ ہو گیا، لیکن پھر بھی خیال تھا کہ حکومت نہ سہی اس زمانہ مین سیدون کو آرام تو ضرور ملے گا، لیکن افسوس کہ عباسی نبی امیہ سے بھی زیادہ سخت نکلے، پہلے تو کبھی کبھار کچھ ہو جاتا تھا، لیکن اب تو روز ہی گردنین کٹنے لگین، مجبوراً بیچارون کو مقابلہ کے لئے کھڑا ہونا پڑا،

محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ حضرت امام حسنؓ کے پرپوتے تھے، انھون نے جو عباسیون کا یہ بڑھتا ہوا ظلم دیکھا تو تاب نہ رہی، اور اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ نکل پڑے، محمد (نفس ذکیہ) نے مدینہ کو اپنا صدر مقام بنایا، اور ابراہیم نے بصرہ کو، منصور نے مقابلہ کے لئے فوجین بھیجین، پہلے مدینہ مین محمد سے مقابلہ ہوا، جس مین انھین شکست ہوئی، عباسی سپہ سالار عیسیٰ نے سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیجا، اس کے بعد بصرہ مین ابراہیم سے مقابلہ ہوا، اور وہ بھی شکست کھا کر مارے گئے، اور منصور کو بالکل اطمینان ہو گیا،

آپس کے ان جھگڑون کو دیکھ کر رومیون کی ہمت بڑھنے لگی تھی، لیکن منصور نے اپنی تدبیر سے انھین سخت شکست دی، ۱۵۸ھ مین منصور کا انتقال ہو گیا اگرچہ ساری زندگی لڑائی جھگڑے مین گذری، لیکن مرتے وقت سلطنت کی بنیاد مضبوط ہو چکی تھی، اس نے پایہ تخت کے لئے ایک نیا شہر بغداد آباد کیا جو آگے چل کر مسلمانون کا سب سے بڑا شہر ہو گیا،

(۴۳)

مہدی

منصور کے بعد اس کا بیٹا مہدی بادشاہ ہوا، جھگڑے پہلے ہی ختم ہو چکے تھے، اس لئے اس کے زمانہ مین سکون رہا، رومیون سے البتہ دو ایک لڑائیان ہوئین، جن مین مسلمانون کو فتح ہوئی، ہان اس کے زمانہ مین ایک بڑے مزے کا واقعہ ہوا، ایک کانے اور لنگڑے آدمی نے جو مقنع کہلاتا تھا خدائی کا دعوی کیا، اپنی کانی آنکھ چھپانے کے لئے اپنے منہ پر ایک سونے کا چہرہ چڑھائے رہتا تھا، جیسے کھیل تماشون مین نقل بھرنے والے چہرے لگاتے ہین، یہ طرح طرح کے ڈھٹ بندی کے تماشے دکھاتا تھا، اس لئے بہت سے بیوقوف اس کے جال مین پھنس گئے، اور مقنع ان کو لیکر مہدی کے مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا، میان لنگڑے ہمت تو کر گئے، لیکن بادشاہ کا مقابلہ مشکل تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھا کر خودکشی کر لی،

سنہ ۱۶۹ھ مین مہدی نے وفات پائی،

(۴۴)

ہادی

مہدی کے بعد اس کا لڑکا ہادی تخت پر بیٹھا، اس نے صرف ایک سال کچھ مہینے بادشاہت کی، اسکے وقت مین کوئی خاص بات نہین ہوئی حسین بن علی بن حسن مثلث سے البتہ مقابلہ ہوا، جسمین انھین شکست ہوئی، اور سب لوگ مارے گئے، صرف دو شخص ادریس بن عبداللہ اور یحیی بن عبداللہ کسیطرح بچکر نکل گئے، یحیی نے دیلم مین جا کر پھر مقابلہ کیا، اور ادریس نے افریقہ مین ایک نئی سلطنت قائم کر دی،

(۵)

ہارون الرشید

۱۷۰ھ میں ہادی کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ ہارون الرشید بادشاہ بنایا گیا، ہارون
کا زمانہ بہترین زمانہ تھا، بغداد کی رونق و سجاوٹ کا کیا کہنا، طرح طرح کی عمارتیں، قسم قسم
کے باغ، عمدہ عمدہ محل، خوبصورت خوب صورت مسجدیں، اچھے اچھے مینار، صاف
صاف سڑکیں، بھرے پُرے بازار، دنیا کی کون سی چیز تھی، جو وہاں نہ تھی، مال و دولت
روپیہ پیسے کی وہ افراط تھی کہ کیا کہا جائے، اور بغداد ہی کا ہے کہ سارے ملک
ہی میں پیہم کنچن برس رہا تھا، گاؤں گاؤں دیہات دیہات خوش حالی پھیلی تھی، بادشاہ
خوش، رعیت راضی، ملک آباد، غرض کہ عجیب خیر و برکت کا زمانہ تھا،

ہارون کے زمانہ میں ویسے سکون رہا، خراسان اور قیروان میں البتہ کہیں کہیں
کچھ جھگڑے ہوئے تو اس نے اپنی تدبیر سے دبا دیئے، لیکن ادریس بن عبداللہ (جن کا
ذکر اوپر پڑھ چکے ہو) کسی طرح قابو میں نہ آئے، اور افریقہ پہونچ کر مراکش کے قریب اپنی
ایک الگ ادریسی حکومت قائم کر دی، اندلس شروع ہی سے الگ تھا، اب یہ دوسری
حکومت بھی بنی عباس سے آزاد ہو گئی، روم میں ان دنوں ملکہ اینی حکومت کرتی
تھی، اس نے سالانہ خراج کے وعدہ پر ہارون سے صلح کر لی، اس کے بعد نقفور
بادشاہ ہوا، تو اس نے رقم ادا کرنے سے انکار کیا، اور ہارون کو لکھا کہ خیریت چاہتے ہو تو
وصول کی ہوئی رقم فوراً واپس کر دو، ورنہ ہم تلوار سے مزاج درست کر دیں گے، خط پڑھ کر

ہارون کے بدن مین آگ لگ گئی، فوراً اپنے قلم سے لکھا" اس کا جواب سن کر کیا کروگے، آنکھون سے دیکھ لینا" اس کے بعد فوراً فوج لے کر روانہ ہوگیا، اور ہر قلعہ پہونچ کر تانا تان شہر کو فتح کر ڈالا، نقفور مین اتنا دم کہان تھا کہ جم کر لڑتا، دو ہی چار حملون مین ہوش اُڑ گئے اور سالانہ خراج کے اقرار پر صلح کرلی، اس کے بعد ہارون واپس ہوا، لیکن ابھی شاہی فوجین راستہ ہی مین تھین کہ نقفور نے عہد توڑ ڈالا، ہارون نے سنا تو آگ بگولہ ہوگیا، فوراً فوجین لے کر پلٹا، اب کی نقفور کے مزاج درست ہوگئے، اور خراج دیتے ہی بنی،

برامکہ

برامکہ کا نام تو شاید تم نے سنا ہوء برمک ایک ایرانی سردار تھا، اس کا بیٹا خالد مسلمان ہوگیا، بنی امیہ کے زمانہ مین جب خراسان مین عباسیون کے لئے کام کیا گیا تو یہ بھی اس مین شامل ہوگیا، جب حکومت بنی عباس کو ملی تو سفاح نے اسے اپنا وزیر بنایا، منصور کے زمانہ مین بھی کچھ دن اسی عہدہ پر رہا، پھر بعد مین موصل کا گورنر ہوگیا،

یحیٰی برمکی اسی خالد کا بیٹا تھا، مہدی نے اسے ہارون کا اتالیق (استاد) مقرر کیا، اور اس وقت سے برابر ساتھ رہا، جب ہارون بادشاہ ہوا تو برمکیون کی عزت بہت بڑھ گئی، رفتہ رفتہ وہ ساری سلطنت پر چھا گئے، اور یہ معلوم ہونے لگا، کہ حکومت کی اصلی باگ ڈور انھی کے ہاتھ مین ہے، ہارون نے یہ رنگ دیکھا، تو ڈرا کہ بس اب چند ہی دن مین بادشاہت ان برمکیون کی ہو جانے والی ہے، یہ خیال کچھ ایسا جما کہ اس نے یحیٰی اور اس کے تین بیٹون فضل محمد اور موسیٰ کو قید کر دیا، اور چوتھے جعفر کو قتل کرا دیا، اس طرح یہ مشہور خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا،

۲۳ برس کی سلطنت کے بعد ۱۹۲ھ میں ہارون نے وفات پائی، یہ بڑا دیندار اور مذہب کا پکا تھا، فرض کے علاوہ روزانہ سو رکعت نفل پڑھتا تھا، خیر خیرات کی کوئی حد نہ تھی، حج اور جہاد کا بڑا شوق تھا، شاید ہی کوئی ایسا سال گذرا ہو جو حج یا جہاد سے خالی گیا ہو، مزاج میں نرمی بہت تھی، ذراسی نصیحت کی بات سنتا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے، ایک بار مشہور عالم ابن سماک دربار میں بیٹھے ہوئے تھے، ہارون کو پیاس لگی، نوکر پانی لایا، لیکن جیسے ہی منہ سے لگانا چاہا ابن سماک نے روک کر پوچھا سچ سچ بتایئے اگر یہ پانی آپ کو نہ ملے، تو آپ اس کے لئے کہاں تک خرچ کر سکتے ہیں، ہارون نے کہا سارا ملک، جب پانی پی چکا تو پھر ابن سماک نے پوچھا کہ اگر یہ پانی بدن میں رکجائے اور کسی طرح نہ نکل سکے، تو علاج پر آپ کتنا خرچ کر سکتے ہیں، ہارون نے کہا پوری سلطنت، یہ سن کر ابن سماک نے فرمایا کہ جس بادشاہت کی قیمت ایک گلاس پانی سے بھی کم ہو وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کے لئے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے، یہ سن کر ہارون اتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی،

(۶)

امین

ہارون نے اپنے بعد امین اور اس کے بعد مامون کو مقرر کیا تھا، اور ملک کے حصے کر کے حکومت دونوں میں تقسیم کر دی تھی، اور وصیت نامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں رکھوا دیا تھا تاکہ بعد کو کوئی جھگڑا بکھیڑا نہ ہو، لیکن کچھ امین کے مزاج کی کمزوری، اور کچھ اس کے وزیر فضل بن ربیع کی شرارت دونوں بھائیوں میں نبھ نہ سکی،

مامون نے اپنی طرف سے بہتیری کوشش کی کہ جھگڑا فساد نہ ہو، لیکن فضل کب مان سکتا تھا، اس نے ایک نیا شوشہ نکالا، امین سے کہہ سن کر مامون کی جگہ امین کے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد مقرر کرا دیا، اور کعبہ شریف سے ساری دستاویزیں منگا کر پھاڑ ڈالیں، پھر لطف یہ کہ مامون کو بیعت کے لئے لکھا،

اب معاملہ ضبط سے باہر ہو چکا تھا، مامون کو بیحد غصہ آیا، اور اس نے اپنے وزیر فضل بن سہل کی صلاح سے جنگ کی تیاری شروع کر دی، اور طاہر بن حسین کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کر دیا، اُدھر فضل بن ربیع نے علی بن عیسیٰ کو پچاس ہزار فوج دیکر بھیجا، رے کے قریب دونوں کا مقابلہ ہوا جس میں علی بن عیسیٰ مارا گیا، طاہر نے دربار میں کامیابی کی اطلاع دی، فضل بن سہل نے مامون کو یہ خبر سنائی، اور باقاعدہ خلافت کا سلام کیا،

اس کے بعد بغدادی فوجوں سے اور کئی معرکے ہوئے، لیکن سب میں طاہر کو فتح ہوئی،

آخر مامون کے حکم سے ایک طرف سے طاہر اور دوسری طرف سے ہرثمہ نے بڑھ کر بغداد کو گھیر لیا، اب امین بالکل عاجز تھا، لیکن کرتا کیا، طاہر سے تو کوئی امید تھی ہی نہین اس لئے ہرثمہ کی پناہ مین آنا چاہا، ہرثمہ بھی اس کے لئے تیار تھا، لیکن طاہر کے آدمیون نے راستہ ہی مین گرفتار کر لیا، اور اس کے حکم سے قتل کر دیا، یہ واقعہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ مین پیش آیا،

(۷)

مامونؔ

امین کے قتل کے بعد سارا ملک مامون کے قبضہ مین آگیا، اوپر پڑھ چکے ہو کہ مامون کا سب سے بڑا مددگار فضل بن سہل تھا، یہ ایک ایرانی نسل کا آدمی تھا، اس لئے اس کامیابی کے بعد ایرانیون اور خراسانیون کا اثر بہت بڑھ گیا، یہان تک کہ بغداد کے بجائے مامون مرو (خراسان کے ایک شہر) ہی مین رہنے لگا، عربون کو یہ بات ناگوار ہوئی، اور سارے ملک مین ایک ہلچل مچ گئی،

یحیٰی برمکی کی صحبت سے مامون پہلے ہی علویون کا مخالف نہ تھا، فضل بن سہل نے اس اثر کو اور بڑھا دیا، اور وہ کھلم کھلا علویون کی طرف داری کرنے لگا، یہانتک کہ سیاہ عباسی رنگ کے بجائے سبز علوی کپڑے پہننے شروع کئے، امام علی رضا کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دی اور انھین اپنا ولیعہد مقرر کر دیا، عباسی یہ رنگ دیکھ کر بھڑکے اور سمجھے کہ اب سلطنت ہاتھ سے گئی، انھون نے مامون کے چچا ابراہیم کو بادشاہ بنا دیا،

ابھی امین کی جنگ کا اثر مٹا نہ تھا، کہ یہ اور گڑبڑ مچی، نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک

مین افراتفری شروع ہو گئی اور جگہ جگہ فساد ہونے لگے، ادھر تو سارے ملک مین یہ آفت
مچی ہوئی تھی، اور اُدھر مامون کو کانون کان خبر نہ تھی، فضل نے اپنی بدنامی کے خیال سے
اب تک سب کچھ چھپا رکھا تھا، اگر کچھ دن اور یہی حالت رہتی تو مامون کا قصہ ختم تھا،
لیکن امام علی رضا نے ہمت کر کے سب کچھ کہہ سنایا، مامون پہلے تو بہت چکرایا، لیکن
جب اور سردارون سے بھی یہی معلوم ہوا تو آنکھین کھل گیئن،

اب مامون فوراً بغداد کی طرف روانہ ہوا، اتفاق ایسا کہ راستہ مین امام علی رضا
اور فضل بن سہل کی وفات ہو گئی، اب مخالفت کی کوئی وجہ نہ تھی، بغداد پہنچتے پہنچتے
سارے جھگڑے ختم ہو گئے، اور مامون نے نئے سرے سے حکومت پائی، اس کے بعد
پھر ملک مین امن رہا،

۲۱۸ھ مین مامون نے وفات پائی، یہ بڑا زبردست عالم اور عالمون کا بڑا
قدردان تھا، اس نے علم کو پھیلانے مین بڑی کوشش کی، علم پھیلانے کے لئے بڑے بڑے
علما نوکر رکھے، کتبخانے اور مدرسے قائم کئے، طالب علمون کے وظیفے مقرر کئے، علم
پھیلانے مین ہزارون روپیہ صرف کرتا تھا، اس کی کوشش سے بغداد مین ہر طرف
عالمون کا مجمع ہو گیا، ہر جگہ علم ہی کا چرچا سنائی دینے لگا، اور بغداد ساری دنیا کا
استاد بن گیا، اس کے زمانہ مین ایک بڑی خرابی یہ ہوئی کہ ساری حکومت ایرانیون
کے ہاتھ مین آگئی،

حکومت زیادیہ، اغالبہ و طاہریہ

ہارون کے حالات مین افریقہ کی ادریسی حکومت کا بیان پڑھ چکے ہو، مامون کے زمانہ مین افریقہ، یمن اور خراسان مین اغالبہ، زیادیہ اور طاہریہ تین اور نئی حکومتین قائم ہو گئین، یہ اپنے معاملات مین پوری آزاد تھین، صرف عباسیون کو کسی قدر رقم خراج کے طور پر دیتی تھین، اور سکہ اور خطبہ مین ان کا نام رکھتی تھین،

(۸)

معتصم

مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم تخت پر بیٹھا، یہ اگرچہ پڑھا لکھا بالکل نہ تھا، لیکن بڑا بہادر اور نہایت ہی منتظم تھا، اس کے وقت مین ملک کے اندر خاصہ امن رہا، رومیون سے البتہ بڑی بڑی لڑائیان ہوئین جن مین مسلمانون کو فتح ہوئی،

ان دنون رومی اپنی حد سے بہت بڑھ گئے، اور مسلمان شہرون پر حملہ کر کے مسلمانون کو پکڑ پکڑ کر ان کی آنکھون مین نیل کی سلائی پھیرتے، اور خدا معلوم کیا کیا تکلیفین پہنچاتے،

ایک مرتبہ ایک شہر پر حملہ کر کے مسلمان عورتوں کو پکڑ لے گئے، ان میں معتصم کے خاندان کی بھی ایک عورت تھی، یہ چلائی، معتصم مدد کے لئے دوڑو، معتصم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو بڑا صدمہ ہوا، اور ایک بہت بڑی فوج لے کر رومیوں پر چڑھ گیا، اور اچھی طرح سے ان کی مرمت کر کے درست کر دیا،

آگے پڑھ چکے ہو کہ عباسی حکومت پر شروع ہی سے ایرانی اثر چھایا ہوا تھا، مامون کے وقت میں یہ اثر اور بڑھا اور تقریباً سارے عہدے عربوں سے نکل کر ایرانیوں کے ہاتھ میں آگئے، معتصم نے اس اثر کو مٹانے کے لئے ترکوں کو آگے بڑھانا شروع کیا، لیکن یہ اس سے بھی بڑی غلطی تھی، عرب پہلے ہی الگ ہو چکے تھے، ایرانی اب ہٹے، نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت بالکل ترکوں کے ہاتھ میں آگئی، اور ان کے لئے اس نے ایک نیا شہر سامرا بسایا، یہی پایہ تخت بھی ہو گیا،

اخیر میں معتصم کو خود افسوس ہوا، لیکن معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا، اب کیا کر سکتا تھا، ترکوں کا اثر بڑھتا ہی رہا، اور آگے چل کر عباسی بادشاہ ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو کر رہ گئے[1]،

۲۲۷ھ میں معتصم کا انتقال ہو گیا، متوکل اتنا طاقتور اور بہادر تھا کہ روپیہ کا نقش انگلیوں سے مل کر مٹا دیتا تھا، اور بوجھ لادنے والے جانوروں کو بوجھ سمیت اٹھا لیتا تھا،

---

[1] عباسیوں کے سلسلہ میں ترکوں کا نام بار بار آئیگا، اس سے ٹرکی کے لوگ مراد نہیں ہیں، یہ اور لوگ تھے، جنھیں عباسیوں نے فوجی خدمت سپرد کی تھی،

(۹)

واثق

معتصم کے بعد اس کا بیٹا واثق تخت پر بیٹھا، اور چھ برس کے قریب حکومت کرنے کے بعد ۲۳۲ھ میں وفات پائی،

اوپر پڑھ چکے ہو کہ عرب قریب قریب حکومت سے بیدخل ہو گئے تھے، اس کا انھیں بہت ملال تھا، اس غصہ میں عربون نے بغاوت کی، لیکن معتصم نے ختم کر دیا، اس کے زمانہ میں ترکون کا اثر پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا،

(۱۰)

متوکل ۲۳۲ھ

واثق کے بعد امیرون اور سردارون نے مل کر متوکل کو بادشاہ بنایا، یہ ویسے تو پرانی چال کا آدمی تھا، اور ادھر ادھر کی بیکار باتون کو ناپسند کرتا تھا، لیکن علویون (حضرت علیؓ کی اولاد) سے اسے سخت دشمنی تھی، اس معاملہ میں اس کی عداوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ علویون سے دوستی رکھنے پر بھی سزا دیتا تھا، اور صرف اپنے زمانہ کے لوگون کے ساتھ نہیں بلکہ سینکڑون برس پہلے کے بزرگون کے ساتھ بھی اس کا یہی برتاؤ تھا، انتہا یہ کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر تک کھودنے کا حکم دے دیا، اس کو یہودیون اور عیسائیون سے بھی بڑی نفرت تھی، ان کو خاص قسم کا

لباس پہننے کا حکم دیا، اور مسلمانون سے بالکل الگ کر دیا،

اس کے زمانہ مین بھی رومیون سے لڑائیان ہوئین، لیکن دونون کا پلہ برابر ہی رہا، ترکون کا اثر اس کے زمانہ مین بہت بڑھ گیا، اور وہ ایسے چڑھ گئے کہ خود خلیفہ تک کی جان عذاب مین آگئی، متوکل نے بہتری کوشش کی کہ اس مصیبت سے چھٹکارا ہو، ایک آدھ ترک سردار کو قتل بھی کرایا، لیکن ان کا کچھ نہ ہوسکا، اور الٹے خود ہی مارا گیا، عجیب بات یہ کہ خود اس کا بیٹا منتصر اس مین شریک تھا،

مامون کے زمانہ سے مسلمان فلسفی ہو گئے تھے، متوکل بڑا پکا مسلمان تھا، اس نے پھر مسلمانون کو قرآن و حدیث کی طرف لگایا،

(۱۱)

منتصر ۲۴۷-۲۴۸ھ

متوکل کو قتل کرنے کے بعد ترکون نے منتصر کو تخت پر بٹھایا، لیکن ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا، باپ کے قتل کی کڑھن، ترکون کا دھڑکا ہر وقت جان گھلائے ڈالتا تھا، آخر چھ مہینے مین گھٹ گھٹ کر ختم ہو گیا،

(۱۲) مُستعین ۲۴۸-۲۵۲ھ

(۱۳) معتز ۲۵۲-۲۵۵ھ

(۱۴) مہتدی ۲۵۵-۲۵۶ھ

متوکل کے قتل کے بعد گویا ترک ہی بادشاہ ہو گئے تھے، اور خلیفہ اُن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو کر رہ گئے تھے، جس سے خوش ہوتے تخت پر بٹھاتے، جب ناراض ہوتے قتل کر ڈالتے، اور کسی دوسرے کو بادشاہ بنا دیتے، آٹھ برس میں مستعین، معتز، مہتدی تین خلیفہ ہوئے اور مارے گئے، اس افراتفری میں ملک کی حالت تباہ ہو گئی، سرحد پر رومیوں کی زیادتیاں بڑھ گئیں، اور جس کا جہاں زور چلا ملک دبا بیٹھا، مستعین کے زمانہ ۲۵۰ھ میں طبرستان و دیلم میں حکومت زیادیہ قائم ہوئی، معتز کے زمانہ میں سجستان میں حکومت صفاریہ (۲۵۳ھ) اور مصر میں حکومت طولونیہ (۲۵۴-۲۷۰ھ) قائم ہوئی، صفاریہ کی ابتدا یعقوب بن لیث نے کی اور طولونیہ احمد بن طولون کے ہاتھوں شروع ہوئی، یہ حکومتیں پورے طور سے آزاد تھیں، صرف نام کو خلیفہ کا اثر تھا،

---

(۱۵)
معتمد ۲۵۶-۲۷۹ھ

۲۵۶ھ میں معتمد تخت پر بیٹھا، پچھلے دس برس میں عباسیوں کی کمزوری سے سلطنت پورے طور سے ترکوں کے ہاتھ میں آگئی تھی، حکومت کا آنا تھا کہ خود ان لوگوں میں جھگڑے شروع ہوگئے، جن سے عاجز ہوکر انھوں نے معتمد سے درخواست کی کہ اپنے بھائی کو فوج کا سردار بنا دے، ان کی درخواست قبول ہوئی اور موفق سپہ سالار مقرر ہوگیا،

اب ترکوں کا زور ٹوٹ گیا، لیکن خود موفق سلطنت پر چھا گیا، اور معتمد کا صرف نام باقی رہ گیا، سلطنت کی اس گڑبڑ کو دیکھ کر ماوراء النہر کے گورنر نصر ابن احمد نے ۲۶۱ھ میں ماوراء النہر میں سامانی سلطنت قائم کردی جو ۳۸۹ھ تک باقی رہی، جو ملک بچا ہوا تھا، اس میں طرح طرح کی آفتیں مچی ہوئی تھیں کچھ دنوں حبشیوں نے بڑی ادھم مچائی، قریب قریب سارے عراق پر قبضہ کرلیا، اور لوگوں پر وہ مظالم کئے کہ توبہ بھلی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عباسی حکومت ختم کردیں گے، معتمد نے کئی فوجیں ان کے مقابلہ میں بھیجیں، مگر حبشیوں نے سب کو شکست دی، موفق نے جب دیکھا کہ یہ وحشی سارا ملک ویران کردیں گے، تو خود ان کے مقابلہ کے لئے نکلا، اور کئی برسوں مکمل لڑائی کے بعد ان ظالموں کا خاتمہ کیا،

حبشیوں کے علاوہ اسمٰعیلی، باطنی، اور قرمطی کئی اور فرقے پیدا ہوئے، جو آگے چل کر مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت بن گئے، اس ابتری کی وجہ سے رومیوں کو موقع مل گیا، اور مسلمان ان کے ہاتھوں بہت تنگ ہوئے، اب خلافت کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ ناچ، گانا، شراب کباب تمام بری چیزوں کا رواج ہوگیا، ایک دن معتمد نے شراب زیادہ پی لی، پھر اس پر کھانا کھایا، اس سے تخمہ ہوگیا، اور مر گیا،

(۱۶)

معتضد ۲۷۹-۲۸۹ھ

معتمد کے بعد اُس کا بھتیجا معتضد تخت پر بیٹھا، یہ بڑے رعب وداب کا بادشاہ تھا، اس نے سلطنت کی حالت بہت کچھ درست کر دی، جس سے پھر ملک میں رونق آگئی لیکن قرامطہ کی مصیبت ایسی سخت تھی کہ ساری محنت پر پانی پھرا جاتا تھا، ابھی یہ جھگڑا ختم نہ ہوا تھا کہ فاطمیوں کا قصہ اُٹھ کھڑا ہوا، جو اتنا بڑھا کہ آگے چل کر اُنھوں نے ایک نئی سلطنت ہی قائم کر لی، ان کی ابتدا قیروان سے ہوئی، لیکن بعد میں بڑھتے بڑھتے مصر وشام پر قبضہ ہو گیا، ۵۷۰ھ میں ایوبیوں کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا، مصر کا پایہ تخت شہر قاہرہ ان ہی کا آباد کیا ہوا ہے،

مصر کی طولونی حکومت سے البتہ تعلقات اچھے تھے، ان دنوں خمارویہ وہاں کا بادشاہ تھا، اس سے معتضد سے اتنے اچھے تعلقات تھے، کہ اُس نے اپنی بیٹی قطر الندی خلیفہ کے نکاح میں دیدی،

اس زمانہ میں ایک اور خاص بات ہوئی، یاد ہو گا کہ معتصم نے ترکوں کے اثر کی وجہ سے سامرا کو پایۂ تخت بنایا تھا، لیکن اب ترک ختم ہو چکے تھے، اس لئے معتضد نے پھر بغداد میں رہنا شروع کیا، ۲۲ ربیع الثانی ۲۸۹ھ کو معتضد کی وفات ہوئی، اُس نے ملک میں وقار قائم کرنے کے علاوہ بہت سی اصلاحیں کیں،

(۱۷)

مکتفی ۲۸۹ - ۲۹۵ھ

معتضد کے بعد اس کا بیٹا مکتفی تخت پر بیٹھا، اُس کے زمانہ میں حکام کی خود غرضی کی وجہ سے پھر عباسی حکومت کمزور ہو گئی، اور قرامطہ کا زور اتنا بڑھ گیا کہ لوگوں کا نکلنا بیٹھنا دشوار ہو گیا، دن دھاڑے ڈاکے پڑنے لگے، قافلے کے قافلے لٹ جاتے، جانوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا، لوگوں کا گھروں سے نکلنا مشکل ہو گیا، مکتفی نے بڑی مستعدی سے ان کا مقابلہ کیا، آخر مدت کی دوڑ دھوپ کے بعد بڑے بڑے قرمطی سردار مارے گئے، جس سے ان کا زور کم ہو گیا، لیکن تھوڑی جان پھر بھی باقی رہی جس نے آگے چل کر بڑا زور باندھا،

مصر کی طولونی حکومت کا حال اوپر پڑھ چکے ہو، مکتفی کے زمانہ میں وہ بالکل ختم ہو گئی، اور سارا مصر پھر عباسیوں کے قبضہ میں آ گیا، اسی زمانہ میں افریقہ کی اغلبی سلطنت بھی ختم ہوئی، اور اس پر فاطمیوں کا قبضہ ہو گیا،

۲۹۵ھ میں مکتفی کا انتقال ہو گیا،

(۱۸)

مقتدر ۲۹۵-۳۲۰ھ

مکتفی کے بعد اس کا بھائی مقتدر بادشاہ ہوا، اور کوئی پچیس برس حکومت کی، اس میں خود کوئی قابلیت نہ تھی، انتظام میں عورتوں کو بڑا دخل تھا، اس وجہ سے بڑی افراتفری پیدا ہوگئی ملک کی ساری آمدنی پر وزیروں اور بڑے بڑے عہدداروں نے قبضہ کرلیا، غریب رعایا کا خون چوس کر اپنا گھر بھرتے تھے، اور جو لوگ اپنا سر کٹاتے تھے، ان کو کچھ نہ ملتا تھا، اس نے سب نے مل کر مقتدر سے ہوم رول مانگا، جیسے آج سے پہلے ہم لوگ اپنی گورنمنٹ سے مانگتے تھے، لیکن وہ عورتوں کے ہاتھوں میں ایسا پھنسا تھا کہ سنا ہی نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے بغاوت کرکے اس کو معزول کردیا، اور قاہر کو خلیفہ بنایا، لیکن ابھی تھوڑے دنوں مقتدر کی قسمت میں اور حکومت کرنی تھی اسلئے پھر اسکو بادشاہ بنادیا، مگر وہ زیادہ دنوں تک بادشاہ نہ رہ سکا اور ایک بڑے مخالف امیر یونس نے ۳۲۰ھ میں قتل کرڈالا،

اس کے زمانہ میں قرامطہ کا زور اتنا بڑھ گیا کہ مکہ تک کو نہ چھوڑا، حج کے زمانہ میں مکہ پہونچ گئے، اور اس کو خوب لوٹا، حاجیوں کو مار مار کر انکی لاشیں زمزم میں ڈال دیں، غلاف کعبہ پھاڑ ڈالا، حجر اسود اٹھا کرلے گئے، غرض کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو انھوں نے مکہ والوں پر نہ ڈھایا ہو،

رومیوں نے بھی بڑے ہاتھ پیر نکالے لیکن جوں توں کسی طرح انہیں بڑی مشکلوں سے کام کیا گیا

(۱۹) (۲۰)

قاہر ۳۲۰-۳۲۲ھ راضی ۳۲۲-۳۲۹ھ

مقتدر کے قتل کے بعد قاہر تخت پر بیٹھایا گیا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اتار کر آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی گئی، اور اسکی جگہ راضی بادشاہ بنایا گیا، اُس نے کوئی دس برس بادشاہت کی، یہ قابل اور سمجھدار تھا لیکن سلطنت ایسی کمزور ہو چکی تھی کہ کسی طرح حالت درست نہ ہوسکی، اس نے امیر الامرائی کا ایک نیا عہدہ قائم کیا، جس سے آگے چل کر رہی سہی شان اور بھی جاتی رہی،

قرامطہ کی مصیبت ایسی سخت تھی کہ لوگ حج کے لئے بھی نہیں نکل سکتے تھے، یہ تو سب تھا ہی خاص شہر بغداد میں مذہبی جھگڑے شروع ہو گئے، اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اُس زمانہ میں واجد علی شاہی لکھنؤ کی طرح سارے بغداد میں پھیل گئی تھی، بغداد والے رنگ رلیوں میں لگ گئے تھے، ناچ، گانا، شراب کباب میں مست رہتے تھے، یہ حالت دیکھ کر حنبلی (امام احمد بن حنبل کے ماننے والے) اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان باتوں کو مٹانا شروع کیا، جہاں گانے والے نظر آتے ان کو پیٹتے، شرابی دکھائی دیتا اسے مارتے، شراب کی دوکانوں میں گھس کر شراب کے برتن توڑ ڈالتے، ان باتوں سے بغداد والے تنگ ہو گئے، راضی نے بڑی مشکلوں سے اس کو روکا،

مصر جو مکتفی کے زمانہ میں قبضہ میں آیا تھا، پھر ہاتھ سے نکل گیا، اور اس پر طولونیوں کے غلام اخشیدی خاندان کا قبضہ ہوگیا، ان کے علاوہ بنی بویہ کی ایک نئی حکومت شروع ہوئی جو بڑھتے بڑھتے بغداد تک پہنچ کر، اور آگے چل کر خلیفہ پر چھا گئی ۳۲۹ھ میں راضی کی وفات ہوئی،

راضی بڑا نیک اور علم دوست خلیفہ تھا، شعر بہت اچھے کہتا تھا، خلیفہ کے اختیارات اگرچہ اس سے بہت پہلے ختم ہو چکے، لیکن راضی کے زمانہ تک ظاہری ٹھاٹھ باٹھ قائم تھا، اور دربار میں بادشاہی کی شان نظر آتی تھی، لیکن راضی کے مرتے ہی یہ بھی ختم ہو گئی، سارا شان وشکوہ امیر الامرا نے چھین لیا، اور خلیفہ محض وظیفہ خوار رہ گئے،

(۲۱ - ۲۲)

متقی ۳۲۹ھ - ۳۳۳ھ مستکفی ۳۳۳ھ - ۳۳۴ھ
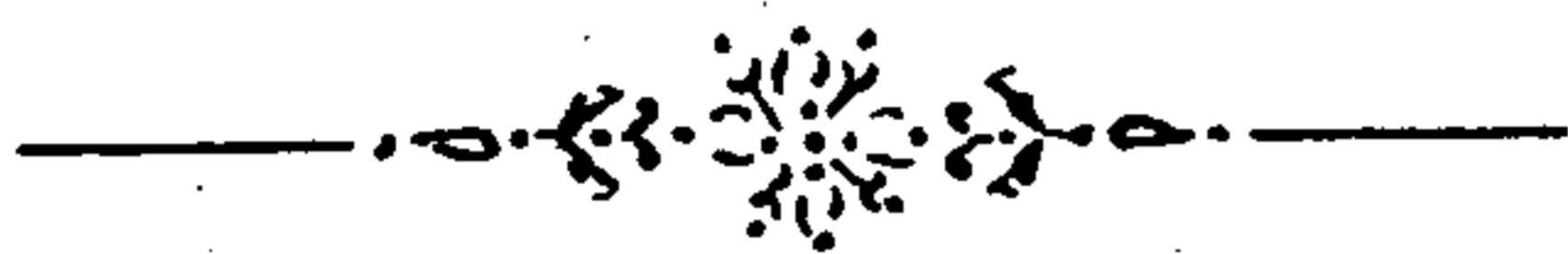
راضی کے بعد متقی اور اس کے بعد مستکفی بادشاہ ہوئے لیکن دونوں تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد تخت سے اتار دیئے گئے، اب خلیفہ کا نام ہی نام باقی تھا، ورنہ اصل میں حکومت پورے طور سے بنی بویہ کے ہاتھ میں تھی، یہ جب جسے چاہتے تخت پر بٹھا دیتے اور جب چاہتے اُتار دیتے، خلیفہ کی حیثیت ایک کٹھ پتلی سے زیادہ نہ تھی، عباسیوں کی کمزوری سے ملک میں جگہ جگہ نئی حکومتیں قائم ہو گئی تھیں، اس وقت اگلی پچھلی گیارہ بادشاہتیں موجود تھیں،

(۱) اندلس میں بنی امیہ کی سلطنت قائم تھی، عبدالرحمٰن الناصر بادشاہ تھا،

(۲) افریقہ میں ادریسی اور اغلبی حکومتوں کی جگہ فاطمی سلطنت قائم ہو گئی تھی، یہ لوگ اپنے کو خلیفہ کہتے تھے، اس وقت اسمٰعیل منصور ان کا خلیفہ تھا،

(۳) مصر میں اخشیدی حکومت کر رہے تھے جو برائے نام عباسیوں کو مانتے تھے، انوجور بن محمد اخشید اس خاندان کا حاکم تھا،

(۴) حلب میں حمدانیوں کی بادشاہت تھی، ان کا امیر سیف الدولہ تھا، یہاں بھی عباسیوں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا،

(۵) جزیرہ فراتیہ میں ناصر حمدانی بادشاہ تھا، یہ بھی عباسیوں کا خطبہ پڑھتا تھا،

(۶) عراق بنی بویہ کے قبضہ میں تھا، یہاں پہلے عباسی خلیفہ، پھر اس کے ساتھ

معز الدولہ کا نام لیا جاتا تھا،

(۷) عمان، بحرین، یمامہ اور بصرہ میں قرامطہ کا زور تھا، جو فاطمی امام کا خطبہ پڑھتے تھے،

(۸) فارس اور اہواز میں عباسی خلیفہ اور اس کے بعد علی بن بویہ عماد الدولہ کا ذکر ہوتا تھا، جو امیر الامرا بھی کہلاتا تھا،

(۹) بلاد جبل اور رے میں خلیفہ اور رکن الدین حسن بن بویہ کا نام لیا جاتا تھا،

(۱۰) جرجان اور طبرستان میں سامانیوں اور وشمگیر کے جھگڑے تھے،

(۱۱) خراسان اور ماوراء النہر جس کا صدر مقام بخارا تھا، سامانیوں کے ماتحت تھا، یہاں عباسیوں کا خطبہ[۱] پڑھا جاتا تھا،

یہ تمام بڑی بڑی سلطنتیں جو پہلے ایک ہی بادشاہ کے ماتحت تھیں، اب الگ الگ ہو گئی تھیں، اور آپس ہی میں لڑتی بھڑتی رہتی تھیں، یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ عرب جو کبھی سیاہ و سفید کے مالک تھے، عباسیوں کی غلطی سے اب حکومت سے بالکل الگ ہو چکے تھے، اور حمدانیوں کو چھوڑ کر کہیں بھی اُن کی بادشاہت نہ تھی، حمدانیوں کی بھی حالت یہ تھی کہ وہ بنی بویہ کے ماتحت تھے،

---

[۱] خطبہ پڑھنے سے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ظاہراً عباسیوں کا ادب کرتے تھے، اور نام چار کو ان کے ماتحت تھے،

(۲۳)

مطیع سنہ ۳۳۴-۳۶۳ھ

مستکفی کے بعد اُس کا چچا زاد بھائی مطیع تخت پر بیٹھا، سلطنت پہلے ہی بنی بویہ
کے قبضہ میں تھی، اب وزارت کا عہدہ بھی ٹوٹ گیا، اور خلیفہ کے پاس صرف میر منشی رہنے
لگا، ادھر طاقت بڑھتے ہی خود بنی بویہ آپس میں جھگڑنے لگے جس سے اور بھی حالت خراب ہو گئی،
یہ عجیب پریشانی کا زمانہ تھا، جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں اور آپس ہی میں
لڑ رہی تھیں، اوپر گیارہ حکومتوں کا ذکر پڑھ چکے ہو، مطیع کے زمانہ میں واسط و بصرہ کے درمیان
ابن شاہین نے ایک اور ریاست قائم کر دی، (سنہ ۳۲۹-۴۰۸ھ) مصر میں کافور اخشیدی کا انتقال
ہو گیا، فاطمی مدت سے تاک میں تھے، معز الدین نے فوراً اپنے سپہ سالار جوہر کو روانہ کیا جس نے
وہاں پہنچ کر فاطمیوں کا جھنڈا گاڑ دیا، اس افراتفری نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا، دشمنوں
کے دل سے اُن کا رعب جاتا رہا، اور اُن کی ہوا اُکھڑ گئی، رومی جن کے چند ہزار بدوؤں نے
پرخچے اڑا دیئے تھے، جنھیں امویوں نے قدم قدم پر شکست دی تھی، جن کے قیصر کو ہارون رشید
کتا کہہ کر ڈانٹتا تھا، جن کی عزت یہ تھی کہ ایک لونڈی کی فریاد پر معتصم فوجیں لیکر بڑھتا تھا، اور
دم کے دم میں عموریہ کو تہس نہس کر ڈالتا تھا، اور شہروں کی خاک اڑا دیتا تھا، یا آج آپس کے
جھگڑوں کا اثر یہ ہوا کہ وہی رومی اتنے شیر ہو گئے کہ دن دھاڑے مسلمان ملکوں میں گھس
آتے اور خون کے دریا بہا دیتے، عورتوں کی پریشانی، بچوں کی بلبلاہٹ، بوڑھوں کی چیخ اور
مریضوں کی آہ سے آسمان ہل جاتا، زمین کانپ اُٹھتی، لیکن فریاد کو کون پہنچتا، مسلمان تو خود

آپس ہی میں الجھ رہے تھے انھیں اس کا خیال کیسے ہوتا، مجبور ہو کر علماء نے خود مقابلہ کا سامان کیا، لیکن بنی بویہ نے آگے نہ بڑھنے دیا، اور درمیان ہی میں انکا خاتمہ کر دیا،

(۲۴-۲۵)

طائع سنہ ۳۶۳-۳۸۱ قادر سنہ ۳۸۱-۴۲۲ھ

مطیع کے بعد طائع اور پھر اس کے بعد قادر تخت پر بیٹھا، ان کے زمانہ میں حالت اور خراب ہو گئی، قادر خود طبیعت کا اچھا تھا، لیکن سلطنت کی جو حالت ہو چکی تھی اسکا سنبھالنا اس کے بس سے باہر تھا،

یمن کی زیادیہ حکومت کا ذکر آچکا ہی، سنہ ۴۱۲ھ میں بنی امیہ کے غلام موید نجاح نے بہت بادشاہت پر قبضہ کر لیا، یہ سلطنت بہت سنہ ۵۵۴ھ تک قائم رہی، اس کے بعد مہدوی حکومت قائم ہوئی، موصل میں حمدانیوں کے بعد عقیلی حکومت قائم ہوئی، (سنہ ۳۸۶-۳۸۹ھ)

سنہ ۳۸۰ھ میں ابو علی حسن بن مروان نے ایک نئی حکومت قائم کی جو دولت مروانیہ کے نام سے سنہ ۴۸۹ھ تک قائم رہی، حلب میں (سنہ ۴۱۴-۴۲۰ھ تک) خاندان مرداس حکومت کرتا رہا، پورب کی طرف افغانستان میں غزنوی حکومت قائم ہوئی، جس میں سلطان محمود غزنوی بہت مشہور ہے،

(۲۶)

قائم ۴۲۲-۴۶۷ھ

باپ کے مرنے پر قائم خلیفہ ہوا، عباسیوں کی قوت پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، اب بنی بویہ بھی آپس میں لڑ لڑ کر تباہ ہو چکے تھے، ان میں کوئی قوت باقی نہ تھی، پورے ملک کا کیا ذکر ہے، بغداد کا انتظام بھی ان سے نہ سنبھلتا تھا، اور یہاں دن دھاڑے لوٹ مار ہونے لگی، بغداد میں شیعہ امرائنے یہ صورت دیکھ کر یہاں فاطمیوں کی حکومت قائم کر دینے کی کوشش کی، مگر سلجوقیوں کا زور بڑھ چکا تھا، اور بغداد سے ان کے تعلقات پیدا ہو چکے تھے[1]، قائم نے سلجوقی سلطان طغرل بک سے مدد مانگی، وہ تو اسکے لئے تیار ہی تھا، فوراً روانہ ہو گیا، بنی بویہ کا آخری بادشاہ ملک رحیم گرفتار ہوا، اور دیلمیوں کی جگہ سلجوقی حکومت قائم ہو گئی[1]

[1] سلجوقیوں کے پانچ حصے تھے، جو الگ الگ علاقوں پر حکومت کرتے تھے،

(۱) سلاجقہ عظمیٰ (۴۲۹-۵۲۳ھ) یہ خراسان، عراق اور فارس وغیرہ پر قابض تھی،

(۲) سلاجقہ کرمان (۴۳۳-۵۸۳ھ)

(۳) سلاجقہ کردستان (۵۱۱-۵۹۰ھ)

(۴) سلاجقہ شام (۴۸۷-۵۱۱ھ)

(۵) سلاجقہ روم (۴۷۰-۷۰۰ھ)

ان میں دو شاخیں زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) سلاجقہ عظمیٰ (۲) سلاجقہ روم (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰)

طغرل نے اپنی بھتیجی ارسلان خاتون خلیفہ کے نکاح میں دی، اور خود خلیفہ کی بیٹی کیساتھ اپنا نکاح کیا،

قائم کے زمانہ میں رومیوں نے پھر مقابلہ کی ہمت کی، لیکن اب سلجوقیوں کی مضبوط حکومت قائم تھی، سلطان الپ ارسلان تیزی کے ساتھ آگے بڑھا، خلاط کے قریب مقابلہ ہوا، جس میں رومیوں کو سخت شکست ہوئی، رومی بادشاہ خود گرفتار اور پندرہ لاکھ دینار دیکر چھوٹا، ۳۵۸ھ میں انطاکیہ رومیوں کے ہاتھ سے نکل کر پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) بغداد پر سلاجقہ عظمیٰ ہی کا اثر تھا، ملک شاہ سلجوقی اور اس کا مشہور وزیر نظام الملک طوسی اسی شاخ میں تھے، ان کی کمزوری کے بعد کردستان کی شاخ کا کچھ دن اثر رہا، کوئی سو برس تک سلجوقیوں کا بڑا زور رہا، لیکن بعد میں یہ کمزور ہوتے ہوتے بالکل مٹ گئے، سلاجقہ روم نے البتہ بڑی عمر پائی، آخر ...ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں انکا بھی خاتمہ ہوگیا، تو عثمانی ترکوں نے انکی جگہ لی، اور آج تک کسی نہ کسی طرح حکومت کر رہے ہیں،

(۲۷-۲۸)

مقتدی ۴۶۷ھ-۴۸۷ھ مستظہر ۴۸۷ھ-۵۱۲ھ

یہ دونوں بہت ہی دیندار، سمجھدار اور منتظم تھے، لیکن بغداد کے سوا ان کا اثر ہی کہاں تھا، کہ کچھ اصلاح کر پاتے، بادشاہت تو مدت سے دوسروں کے پاس تھی، عباسیوں کا صرف نام باقی تھا،

جزیرہ صقلیہ (سسلی) جسے زیادۃ اللہ اغلبی نے فتح کیا تھا، اور اب فاطمیوں کے قبضہ میں تھا ۴۸۴ھ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا،

مستظہر کے زمانہ میں خراسان کی طرف خوارزم شاہی حکومت قائم ہوئی، جو تاتاریوں کے حملہ تک باقی رہی، (۴۹۰ھ-۶۲۸ھ)

سلجوقیوں نے حالت سنبھال لی تھی، لیکن ملک شاہ کے بعد اُن کی قوت کم ہونے لگی، اور مسلمان پھر آپس ہی میں لڑنے بھڑنے لگے، یہ حال دیکھ کر فرنگیوں (یورپ کے عیسائیوں) نے مسلمانوں پر دھاوا بول دیا، تاکہ اُن سے بیت المقدس چھین لیں، مسلمان تو آپس ہی میں جھگڑ رہے تھے، مقابلہ کون کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں شکست ہوئی اور کئی چھوٹی چھوٹی فرنگی حکومتیں قائم ہو گئیں، ان لوگوں نے مسلمانوں کو ایسی سخت تکلیفیں پہنچائیں کہ ان کے ذکر سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں،

فرنگیوں کی مصیبت کیا کم تھی کہ باطنیوں نے غضب ڈھانا شروع کیا، یہ لوگ فاطمیوں سے تعلق رکھتے تھے، اُن کا عقیدہ تھا، کہ شریعت کا ایک تو ظاہر حکم ہوتا ہے،

جیسے سب سمجھتے ہیں، لیکن اس کا اصلی مطلب چھپا ہوتا ہے، جو صرف امام ہی سے معلوم ہو سکتا ہے، اس عقیدہ کی وجہ سے اُنھیں بڑی آسانی تھی، جہاں جیسا موقع ہوتا ویسے معنی بیان کرتے، اور جیسی ضرورت ہوتی ویسا ہی حکم گھڑ لیتے، شریعت کیا تھی، ان کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن کر رہ گئی تھی جس میں ہمیشہ توڑ مروڑ کرتے رہتے،

پہلے تو یہ لوگ صرف زبانی تبلیغ کرتے تھے لیکن اتفاق سے ایک شخص حسن بن صباح ان کی جماعت میں داخل ہوگیا، یہ بڑا زبردست آدمی تھا، اس نے ایسی ترکیبیں لڑائیں کہ باطنیوں کی اچھی خاصی حکومت قائم ہوگئی، یہ لوگ اب سختی پر بھی اتر آئے جو ذرا مخالفت کرتا تا نا فانا مار ڈالا جاتا، حسن نے قلعہ الموت میں بہت عمدہ باغ لگوایا تھا جس میں خوبصورت خوبصورت عورتیں، عمدہ عمدہ نہریں اور اچھی اچھی عمارتیں موجود تھیں، اپنے مریدوں کو بھنگ پلا کر بیہوش کر دیتا پھر اس باغ میں پہنچا دیتا، مرید کی آنکھ کھلتی تو دیکھتا کہ ایک بڑی ہی خوبصورت جگہ میں لیٹا ہوا ہے، حوریں (عورتیں) غلمان (لڑکے) خدمت کے لئے حاضر ہیں، دودھ و شہد کی نہریں بہ رہی ہیں، جن کے کنارے میوہ دار درخت لگے ہیں، وہ حیران ہو کر پوچھتا کہ میں کہاں ہوں، حوریں اور غلمان یقین دلاتے کہ یہی جنت ہے، جو امام کی تابعداری کی وجہ سے نصیب ہوئی ہے، دس پندرہ دن اسی حال میں گذر جاتے، تو پھر ایک دن بیہوش کرکے باہر کر دیا جاتا، جب ہوش آتا تو سب کچھ غائب نظر آتا، اب پھر وہ خوشامد کرتا کہ وہیں پہنچا دو، حسن اور اس کے آدمیوں کی طرف سے یقین دلایا جاتا کہ بلا مرے وہاں پہنچنا ناممکن ہے، موت کے بعد البتہ وہاں پہنچ سکتے ہو اگر امام کا کہنا مانو اور اس کی تابعداری میں جان دو،

اس ترکیب سے حسن کے مریدوں میں بڑی ہمت و بہادری پیدا ہو جاتی، اور وہ

اپنے پیر کے حکم پر ہر وقت مرنے کے لئے تیار رہتے، یہ لوگ فدائی کہلاتے تھے، سخت سے سخت موقعوں پر یہی فدائی کام آتے اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر بڑے سے بڑے آدمی کو قتل کر دیتے، مسلمانوں کے خدا معلوم کتنے بڑے بڑے آدمی ان فدائیوں کے ہاتھوں مارے گئے، ملک شاہ سلجوقی نے اُن کا زور کم کیا، لیکن اس کا وزیر نظام الملک طوسی ایک فدائی کے ہاتھ سے مارا گیا، ملک شاہ کے بعد اُس کے بیٹے سلطان محمد نے پھر بڑی کوشش سے اُن کا زور توڑا، آخر میں رہی سہی طاقت تاتاریوں نے ختم کی ہلاکو خاں نے ان کے قلعہ الموت پر قبضہ کر لیا، اور ہمیشہ کے لئے باطنیوں کا خاتمہ ہو گیا،

(۲۹-۳۰)

مسترشد ۵۱۲-۵۲۹ھ راشد ۵۲۹-۵۳۰ھ

مستظہر کے بعد مسترشد اور اس کے بعد راشد تخت پر بیٹھے،

مسترشد ہمت والا خلیفہ تھا، سلجوقیوں کا زور خانہ جنگیوں کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا، اس لئے مسترشد نے اُن کے پنجہ سے چھوٹنے کی کوشش کی، یہ رنگ دیکھ کر سلطان مسعود سلجوقی نے اس کو روکا، مگر وہ کب رُکنے والا تھا، دونوں میں لڑائی ہوئی سلطان مسعود سلجوقی نے مسترشد کو شکست دی اور تمام اختیارات چھین لئے،

مسترشد ایک باطنی کے ہاتھ سے مارا گیا، اور راشد تخت پر بیٹھا، اُس نے مسعود سے باپ کا بدلہ لینا چاہا، اس پر مسعود فوج لے کر بغداد آیا، راشد بھاگ گیا، اور اُسکی جگہ مقتفی بادشاہ ہوا،

(۳۱)

مقتفی ۵۳۰-۵۵۵ھ

سلطان مسعود نے اپنی بہن فاطمہ مقتفی کے نکاح میں دیدی، ۵۴۷ھ میں مسعود کا انتقال ہوگیا، اس کے مرتے ہی سلجوقیوں پر زوال آگیا، ملک کے کچھ حصہ پر خلیفہ نے قبضہ کرلیا، باقی اتابک یعنی سلجوقیوں کے فوجی سرداروں میں بٹ گیا، اور کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں، جن کے نام یہ ہیں:-

ریاست	انجام
(۱) خوارزم شاہی (۴۹۰-۶۲۸ھ)	آخر میں تاتاریوں کے ہاتھ آئی،
(۲) ارتقیہ کیفنہ (۴۹۵-۶۲۰ھ)	بعد کو ایوبیوں کو ملی،
(۳) ارتقیہ ماردینیہ (۵۰۲-۸۱۱ھ)	عثمانی ترکوں کے قبضہ میں آئی،
(۴) اتابکیہ دمشق (۴۹۷-۵۴۹ھ)	زنگیوں کے ہاتھ آئی،
(۵) اتابکیہ موصل (۵۲۱-۶۶۰ھ)	تاتاریوں کا قبضہ ہوا،
(۶) اتابکیہ حلب (۵۴۱ھ)	نورالدین محمود زنگی اسی شاخ میں ہوئے ہیں، بعد کو ایوبیوں یعنی سلطان صلاح الدین کے خاندان کو یہ حکومت بھی ملی،
(۷) اتابکیہ سنجار (۵۶۶-۶۱۷ھ)	یہ بھی ایوبی حکومت میں شامل ہوئی،
(۸) اتابکیہ جزیرہ (۵۷۶-۶۴۸ھ)	یہ بھی ایوبیوں کو ملی، اور اس پر بھی سلطان

	صلاح الدین کے خاندان کا قبضہ ہوا،
(۹) اتابکیۂ اربل (سنہ ۶۳۰ھ)	یہ عباسیوں کو ملی، اور تاتاریوں کے حملہ تک انہی کے قبضہ میں رہی،
(۱۰) اتابکیۂ فارس (سنہ ۵۴۳-۶۸۶ھ)	یہ تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی، ابوبکر ابن سعد زنگی اسی خاندان میں تھا، یہ وہی ابوبکر سعد ہے، جس کی شیخ سعدی نے اپنی کتاب گلستاں میں تعریف کی ہے، اور جس کے نام پر انھوں نے اپنا تخلص سعدی رکھا تھا،
(۱۱) اتابکیۂ آذربائجان (سنہ ۵۳۱-۶۲۲ھ)	یہ خوارزمیوں کے قبضہ میں آئی،
(۱۲) اتابکیۂ لورستان (سنہ ۵۴۳-۸۲۷ھ)	
(۱۳) شاہانِ ارمن (سنہ ۴۹۳-۶۰۴ھ)	یہ ایوبیوں کو ملی،

لے نمبر ۵-۶-۷-۸، ان چاروں کی اصل موصل ہی کی اتابکی ریاست ہے، عماد الدین زنگی کے بعد ان کے دونوں بیٹوں سیف الدین اور نور الدین محمود میں موصل اور حلب کی سلطنت تقسیم ہوگئی، پھر سیف الدین کے بعد اس کے لڑکے قطب الدین کی دو اولادیں ہوئیں، (۱) سیف الدین (۲) عماد الدین، سیف الدین تو موصل ہی میں رہا، لیکن عماد الدین کے حصہ میں سنجار کی حکومت آئی، آگے چل کر اس سیف الدین کا ملک بھی دو حصوں میں تقسیم ہوا، ایک بیٹے عز الدین کو موصل کی حکومت ملی، اور دوسرے بیٹے سنجر شاہ کے حصہ میں جزیرہ کی حکومت آئی،

یہ تو سلجوقی سلطنت کا حال تھا، غزنی کے سلطان محمود کا ذکر پہلے آچکا ہی آخری زمانہ میں اس کے خاندان سے سلطنت نکل کر غوریوں کے قبضہ میں آئی، یہ وہی خاندان ہے جس میں شہاب الدین غوری ہوا ہے، جس نے ہندوستان میں مستقل اسلامی سلطنت قائم کی، [1]

فرنگیوں کا زور ویسا ہی تھا، عباسیوں میں مقابلہ کی ہمت کہاں تھی، وہ تو کہو اللہ نے سلطان نورالدین زنگی اور ان کے جوانمرد اولوالعزم افسر سلطان صلاح الدین ایوبی کو پیدا کردیا، جن کی ہمت و مستعدی سے عیسائیوں کو سخت شکست ہوئی، اور تمام گئے ہوئے ملک پھر مسلمانوں کو واپس مل گئے،

۵۰۵ھ میں مقتفی نے وفات پائی،

---

[1] ہندوستان کا حال آخر میں آئیگا،

(۳۲-۳۳)

مستنجد ۵۵۵-۵۶۶ھ مستضی ۵۶۶-۵۷۵ھ

مقتفی کے بعد مستنجد اور اس کے بعد مستضی خلیفہ ہوئے، یہ دونوں بڑے منتظم، نیک اور منصف مزاج تھے، بنی بویہ کے وقت سے عباسی صرف نام کے خلیفہ رہ گئے تھے لیکن مقتفی نے کوشش کر کے پھر تھوڑی بہت سلطنت پیدا کر لی، مستنجد کے زمانہ میں مصر کی فاطمی حکومت ختم ہو گئی، اور اس کی جگہ موصل کے امیر نورالدین زنگی کی طرف سے اسدالدین شیرکوہ مقرر ہوئے، شیرکوہ کے بعد سلطان صلاح الدین کو حکومت ملی، اور انھوں نے مستضی کے زمانہ میں عباسی خطبہ جاری کر دیا، اسی زمانہ میں سلطان نورالدین کی وفات ہوئی، یہ بہت نیک، نہایت دیندار اور بڑے پکے مسلمان تھے، ان کا اور ان کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہے، انہی لوگوں نے ہمت کر کے صلیبی فرنگیوں کا مقابلہ کیا، اور راشد کا نام لیکر ایسی زبردست کوشش کی کہ لکھو کھا عیسائیوں کے پیر اکھڑ گئے، اور صلیبی لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا، اور بیت المقدس پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا، (۵۸۳ھ) صلاح الدین نے مصر و شام میں اپنی حکومت قائم کی، اور ایک مدت تک اس خاندان کے لوگوں نے عباسی حکومت کے ماتحت بڑی خوبی سے ان دونوں ملکوں پر حکومت کی، ان کا نام ایوبی بادشاہ ہے،

(۳۴) ناصر ۵۷۵-۶۲۲ھ

(۳۵) ظاہر ۶۲۲-۶۲۳ھ

(۳۶) مستنصر ۶۲۳-۶۴۰ھ

مستضی کے بعد ناصر تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو بالکل شکست دیدی، اور بیت المقدس پر قبضہ کر لیا،

ناصر کے بعد ظاہر تخت پر بیٹھا، لیکن سال ہی بھر میں وفات پا گیا، اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ ہوا، یہ بڑا نیک مزاج بادشاہ تھا،

(۳۷)

مستعصم ۶۴۰-۶۵۶ھ

مستنصر کے بعد اُس کا بیٹا مستعصم خلیفہ ہوا، ناصر کے زمانہ ہی میں تاتاری نکل پڑے تھے، اور چنگیز خاں اور اس کی اولاد مسلمان حکومتوں کو تباہ و برباد کر رہی تھی، لیکن بغداد کی طرف اب تک بڑھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، مستعصم کے زمانہ میں ایک مرتبہ بغداد کے سنی شیعوں میں لڑائی ہوئی جس میں شیعوں کو نقصان پہنچا، مستعصم کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا، اس واقعہ سے یہ آگ بگولہ ہو گیا، اس زمانہ میں چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو تاتاریوں کا بادشاہ تھا، ابن علقمی نے اُسے بغداد پر حملہ کے لئے اُبھارا، ہلاکو تو دل سے یہ چاہتا تھا، اطلاع ملتے ہی فوراً روانہ ہو گیا، اور ۹ محرم ۶۵۶ھ کو بغداد میں آ پہنچا، مستعصم بیچارے میں مقابلہ کی تاب کہاں تھی، چند دن میں تاتاریوں نے شہر پر قبضہ کر لیا، اور قتل عام شروع کر دیا ہمہ شما کا کیا ذکر ہے، خود خلیفہ اور اُسکی اولاد نہ بچ سکی، بغداد جو کبھی دنیا کا سب سے بڑا آباد اور بارونق شہر تھا، دم کے دم میں تہس نہس ہو گیا، آدمی مارے گئے دولت لوٹی گئی، عمارتیں توڑی گئیں، کتب خانے برباد کئے گئے، ایک چیز ہو تو اُسے رویا جائے ان وحشیوں نے تو سارے شہر کو خاک میں ملا دیا، مشہور ہے کہ صرف کتابیں ہی دجلہ میں اتنی ڈالی گئیں کہ اُن کی سیاہی سے پانی کا رنگ بدل گیا،

پانچواں باب

مصر کی عباسی خلافت

بغداد کی تباہی کے بعد عباسی خاندان کے دو شخص وہاں سے کسی طرح نکل بھاگے، ایک ابوالقاسم احمد بن ظاہر باللہ اور دوسرا ابوالعباس احمد مسترشد باللہ۔ ابوالعباس تو حلب میں رہ گیا، لیکن ابوالقاسم رجب ۶۵۹ھ میں مصر پہنچا، اُس زمانہ میں یہاں ملک ظاہر بیبرس بادشاہ تھا، اُس نے بڑی آؤ بھگت کی، ایک بڑا دربار کیا جس میں امیر وزیر عالم قاضی سب جمع ہوئے، ان سب کے سامنے قاضی تاج الدین نے نسب کی تحقیق کی، جب اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ ابوالقاسم سچ مچ عباسی ہے تو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، اور بغداد کی تباہی کے تین برس بعد پھر مصر میں خلافت کا سلسلہ شروع ہوگیا، لیکن ان کے پاس کوئی دنیاوی طاقت نہ تھی، صرف اُنھیں دینی عزت حاصل تھی، اب ارادہ ہوا کہ دونوں بھائی مل کر تاتاریوں پر حملہ کریں، ملک ظاہر نے دس لاکھ دینار سے سامان درست کیا، اور مستنصر (یعنی ابوالقاسم) روانہ ہوگیا، ۳ محرم ۶۶۰ھ کو تاتاریوں سے مقابلہ ہوا، لیکن مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مستنصر (ابوالقاسم) مارا گیا،

اس کے بعد ابوالعباس حلب سے بُلا کر حاکم باللہ کے نام سے خلیفہ بنایا گیا،

اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ لوگ صرف نام کے خلیفہ تھے، ان کی جو کچھ حیثیت تھی، صرف دینی تھی، دنیاوی طاقت انھیں کبھی حاصل نہیں ہوئی، اور یہ لوگ ہمیشہ مصر کے بادشاہوں کے ماتحت رہے، اور صرف گذارہ پاتے رہے، اس لئے ان کا مفصل ذکر بیکار ہے، سلسلہ کے لئے صرف نام لکھدینے کافی ہیں،

نام	سنہ	کیفیت
۱- ابوالقاسم مستنصر	(سنہ ۶۵۹-۶۶۰ھ)	اوپر ذکر ہو چکا ہے،
۲- ابوالعباس حاکم	(سنہ ۶۶۰-۷۰۰ھ)	ذکر ہو چکا ہے،
۳- مستکفی اول	(سنہ ۷۰۱-۷۴۰ھ)	وفات پائی،
۴- واثق	(سنہ ۷۴۰-۷۴۱ھ)	معزول کیا گیا،
۵- حاکم دوم	(سنہ ۷۴۱-۷۵۳ھ)	وفات پائی،
۶- معتضد اول	(سنہ ۷۵۳-۷۶۳ھ)	وفات پائی -
۷- متوکل	(سنہ ۷۶۳-۸۰۸ھ)	وفات پائی
۸- مستعین	(سنہ ۸۰۸-۸۱۵ھ)	چند مہینوں کے لئے اسے دنیاوی طاقت بھی حاصل ہوئی، لیکن پھر معزول کیا گیا،
۹- معتضد دوم	(سنہ ۸۱۵-۸۴۵ھ)	وفات پائی،
۱۰- مستکفی دوم	(سنہ ۸۴۵-۸۵۴ھ)	وفات پائی،
۱۱- قائم	(سنہ ۸۵۴-۸۵۹ھ)	وفات پائی،
۱۲- مستنجد	(سنہ ۸۵۹-۸۸۴ھ)	قید کیا گیا،
۱۳- متوکل دوم	(سنہ ۸۸۴-۹۰۳ھ)	وفات پائی،

۱۴۔ مستمسک	(۹۰۳-۹۲۰ھ)	وفات پائی،
۱۵۔ متوکل سوم	(۹۲۰-۹۲۳ھ)	

متوکل سوم سب سے آخری عباسی خلیفہ ہوا ہے، ۹۲۳ھ میں عثمانی سلطان سلیم اول نے مصر و شام و عرب کو فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا،

چھٹا باب

اندلس (اسپین)

اندلس یورپ کے جنوب میں شمالی افریقہ کے ملک مراکش کے پاس ایک ملک ہے، مراکش اور اسپین کے بیچ میں پانی کی صرف ایک پتلی لکیر حائل ہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مسلمان شمالی افریقہ کے کونے تک پہنچ چکے تھے، امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وہ اور آگے بڑھے اور ولید کے زمانہ میں (سنہ ۹۲ھ) مشہور مسلمان جنرل طارق نے اندلس کے بادشاہ راڈرک کی ایک لاکھ فوج کو بارہ ہزار فوج سے شکست دیکر ملک پر قبضہ کرلیا،

مسلمانوں نے اس ملک میں چھ سو برس تک حکومت کی، اور وہ وہاں آ ایسے بس گئے تھے، کہ خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ کبھی اس ملک سے ایسا نکل جائینگے کہ ایک مسلمان بھی وہاں باقی نہیں رہیگا،

عین اس وقت جب ترک یورپ کے ملکوں میں آگے بڑھ رہے تھے، یورپ کی دوسری طرف عرب کمزور ہوکر اپنے بزرگوں کی چھ سو برس کی کمائی کو برباد کررہے تھے جب تک بنی اُمیہ کی حالت اچھی رہی، اندلس کا انتظام بھی ٹھیک رہا لیکن جوں جوں ان کی سلطنت میں کمزوری آتی گئی، یہاں کی حالت بھی خراب ہوتی گئی،

ہو گئے جہالت و بے علمی کی جگہ علم کا چرچا ہونے لگا، اور وحشت کے بدلے انسانیت پیدا ہو گئی، عبدالرحمٰن دوم کے بعد محمد، منذر، اور عبداللہ بادشاہ ہوئے، لیکن ان میں اپنے بزرگوں کی سی ہمت تھی نہ ویسی قابلیت، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں پھر ادھم مچنے لگا، اور سلطنت کے حصے بخرے شروع ہو گئے،

حالت یہی تھی کہ ۳۰۰ھ میں عبدالرحمٰن الناصر تخت پر بیٹھا، اُس وقت ملک کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی، ایک طرف عیسائیوں کا زور تھا دوسری طرف خود مسلمانوں میں تفرقہ تھا، کوئی اور ہوتا تو گھبرا کے بھاگ کھڑا ہوتا، لیکن عبدالرحمٰن کو اللہ نے عجب دل و دماغ دیا تھا، اُس نے ایسی توجہ سے کام کیا کہ تھوڑی ہی مدت میں سارے دشمن دب گئے، اور ہر طرف اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگا،

عبدالرحمٰن الناصر کو عمارتوں کا بڑا شوق تھا، اُس نے ایسی ایسی نفیس خوبصورت عمارتیں بنوائیں جنھیں دیکھ کر عقل چکر میں آجاتی تھی، پایہ تخت قرطبہ کی رونق و آبادی کا کیا کہنا، سولہ میل کی لمبان اور چھ میل کی چوڑان میں آباد تھا، ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات اسی ہزار چار سو دوکانیں، سات سو مسجدیں، نو سو حمام (غسل خانے) اور چار ہزار تین سو گودام تھے، شاہی محل، امیروں، وزیروں کی کوٹھیاں اس کے علاوہ تھیں، کل آبادی دس لاکھ سے اوپر تھی،

شہر میں جگہ جگہ خوبصورت پارک اور پھلوں سے لدے ہوئے باغ تھے، قدم قدم پر سنگ مرمر کے فوارے جاری تھے، راستوں اور گلیوں میں پتھر کا فرش تھا، سڑکوں پر شامیانے لگے ہوئے تھے تاکہ گرمی میں مسافروں، دوکانداروں اور چلنے پھرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، بازار ساری دنیا کے سامان سے بھرے رہتے تھے، مسافروں

اور سوداگروں کے آرام کے لئے بڑی بڑی سرائیں بنی ہوئی تھیں، جہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود رہتی تھیں،

قرطبہ سے ملا ہوا زہرا کا وہ مشہور شہر تھا، جس کی خوبی اور خوبصورتی کے قصے آج تک مشہور ہیں، اور جس کی عمارتوں کے سامنے دنیا کی تمام عمارتیں بے حقیقت ہیں!

ناصر کے بعد حکم بادشاہ ہوا اور باپ ہی کی طرح حکومت چلاتا رہا، ان لوگوں کی قدردانی کی وجہ سے ساری دنیا کے صاحب کمال قرطبہ میں جمع ہو گئے تھے، سینکڑوں اسکول اور کالج قائم تھے، جہاں بڑے بڑے لائق و قابل استاد ہزاروں طالب علموں کو تعلیم دیتے تھے، گھر گھر کتب خانے موجود تھے جن میں ہر قسم کی کتابیں رہتی تھیں، خود حکم کا کتب خانہ دنیا میں بے مثال تھا، اس میں کئی لاکھ کتابیں تھیں، جن کی فہرست چوالیس (۴۴) جلدوں میں تھی، حکم کے شوق اور قابلیت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہو کہ ہر کتاب اس کی نظر سے گذری تھی، اور اس پر اُسکی رائے اور دستخط موجود تھے،

۳۶۶ھ میں حکم نے وفات پائی، اور ملک میں پھر ابتری شروع ہونے لگی، لیکن وزیر منصور کی لیاقت و تدبیر اور ہمت و بہادری سے حالت پھر سنبھل گئی، اور سلطنت کو ایسی ترقی ہوئی کہ خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آگیا، ۳۹۴ھ میں منصور کا انتقال ہو گیا، اور ان کی جگہ ان کے بیٹے وزیر مقرر ہوئے لیکن ان لوگوں میں اتنی قابلیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ پھر گڑبڑ شروع ہوئی، اور ایک سلطنت کے بجائے بیسیوں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں،

عیسائیوں کے لئے اس سے بہتر موقع اور کون ہو سکتا تھا، فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے، اور مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے، پچاس ساٹھ برس کی گڑبڑ میں عیسائی بڑے

زوردار ہوگئے، اور قریب قریب سارا ملک ان کے اثر میں آگیا، اگر چند دن اور یہی حالت رہتی تو مسلمان بالکل ختم ہو جاتے لیکن اللہ نے سمجھ دی اور انھوں نے مل کر مقابلہ کا ارادہ کیا، لیکن اب بھی کمزور تھے اس لئے انھوں نے مراکش کے بادشاہ یوسف ابن تاشفین سے مدد مانگی، یوسف فوراً ایک بڑی فوج کے ساتھ اندلس پہنچا، ۴۷۹ھ میں زلاقہ کے مقام پر الفانسو ششم (اسپین کا عیسائی بادشاہ) سے مقابلہ ہوا، اللہ نے مسلمانوں کو کامیاب کیا، عیسائیوں کو ایسی شکست ہوئی کہ مشکل سے پانچسو سوار زندہ بچے، فتح کے بعد ملک مسلمانوں کے سپرد کر کے یوسف واپس چلے گئے، لیکن یہاں پھر آپس کے جھگڑے شروع ہونے لگے، تو ۴۸۳ھ میں آکر ملک پر پورا قبضہ کر لیا اور ایک بار پھر سارا اندلس ایک جھنڈے کے نیچے آگیا،

۵۴۲ھ تک یہ خاندان حکومت کرتا رہا، لیکن یوسف کے انتقال ۵۰۰ھ کے بعد حالت پھر خراب ہونے لگی، اور عیسائیوں نے زور پکڑنا شروع کیا، لیکن اللہ نے پھر اپنا فضل کیا، افریقہ میں ایک نئے خاندان (موحدین) کا اثر بڑھنا شروع ہوا جو بڑھتے بڑھتے اندلس تک پہنچ گیا، ۵۴۵ھ میں پورے ملک پر اُن کا قبضہ ہو گیا جو ۶۲۸ھ تک برابر قائم رہا،

اس خاندان میں (۱) عبدالمومن (۲) یوسف بن عبدالمومن (۳) یعقوب المنصور (۴) محمد الناصر مشہور بادشاہ ہوئے ہیں، ان کے زمانہ میں مسلمان بہت مضبوط ہوگئے، اور ملک میں پھر رونق آگئی، عیسائیوں نے کئی مرتبہ سر اٹھایا، لیکن ہر بار شکست کھائی، آخری معرکہ عقاب کے پاس ۶۰۹ھ میں ہوا، اس لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی جس کے بعد موحدین برابر کمزور ہوتے گئے، اور بیس برس کے اندر انکی طاقت ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی،

بنی احمر

موحدین کے بعد غرناطہ میں بنی احمر کی ایک نئی سلطنت قائم ہوئی لیکن موحدین کے مقابلہ میں اُن کی کوئی حیثیت نہ تھی، وہ سارے ملک پر بادشاہت کرتے تھے، اور یہ صرف ایک صوبہ کے حاکم تھے لیکن پھر بھی جہاں تک ہوسکا اُنھوں نے مسلمانوں کی شان وشوکت قائم رکھی، اور سنہ ۶۳۰ھ سے ۸۹۸ھ تک پورے دو سو اڑسٹھ برس ان کا نام مٹنے نہیں دیا، غرناطہ کا قصر الحمرا جس کی خوبصورتی وخوشنمائی کے قصے اب تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں اور جس کے کھنڈر اس مٹی ہوئی حالت میں بھی دیکھ کر بڑے بڑے انجینئر دنگ رہ جاتے ہیں، انہی بنی احمر کی یادگار ہے،

سارے اندلس کے مقابلہ میں اس چھوٹی سی ریاست کی حیثیت ہی کیا تھی خدا معلوم کس طرح یہ یونے تین سو برس کا زمانہ گذرا، عیسائیوں کو یہ ریاست کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی، لیکن اُن کے آپس میں کچھ ایسی نااتفاقی تھی کہ مسلمان بچے ہوئے تھے ۸۷۴ھ میں ملکہ ازبیلا اور فردی نینڈ کی شادی نے ان کا آپس کا جھگڑا ختم کردیا، اب یہ غرناطہ کی طرف بڑھے، یہ موقع بڑا نازک تھا مسلمانوں کو مل کر مقابلہ کرنا چاہئے تھا لیکن افسوس ایسے وقت میں بھی ان کے جھگڑے ختم نہ ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ۸۹۸ھ میں غرناطہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا، اور مسلمانوں کے لئے کہیں سر چھپانے کی جگہ باقی نہ رہی، ابوعبداللہ (آخری مسلمان بادشاہ) اپنے خاندان کے ساتھ مراکش چلا گیا،

غرناطہ لیتے وقت عیسائیوں نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا، اور ایک عہدنامہ لکھدیا کہ ان کی جان و مال، اون کی جائداد، ان کے مدرسے، ان کی مسجدیں، اون کی عمارتیں، غرض کہ اُن کی ہر چیز محفوظ رہے گی، ان کے دینی اور مذہبی کام ہمیشہ کی طرح ہوتے رہیں گے، ان کے مقدموں کا فیصلہ خود ان کے قاضی اور مفتی کریں گے، انھیں پوری پوری آزادی ہوگی، اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کیجائے گی،

لیکن افسوس کہ عیسائیوں نے ان وعدوں کا ذرا بھی خیال نہ کیا، اور جہانتک ہوسکا مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا، ان کی جائدادیں چھین لیں، عمارتیں گرادیں، مدرسے بند کردیئے، مسجدیں شہید کردیں، کتب خانے پھونک دیئے، قبریں کھود ڈالیں، اور سب سے بڑھکر یہ کہ زندہ آدمیوں کو آگ میں ڈال دیا، مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا گیا، جھنوں نے انکار کیا اونھیں آگ میں جلادیا گیا، یا پھانسی دیدی گئی، غرض کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارا اندلس مسلمانوں سے صاف ہوگیا، اور ایک آدمی بھی اللہ کا نام اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ پڑھنے والا باقی نہ رہا، اور یہ سب آپس کی نااتفاقی کی بدولت ہوا،

ساتواں باب

ترک

(۱)

ارطغرل

پچھلے باب میں پڑھ چکے ہو کہ جس وقت یورپ کے ایک گوشہ میں عرب مسلمان اندلس میں اپنی سلطنت کھو رہے تھے، تو دوسری طرف ترک مسلمان یورپ کے دوسرے گوشہ میں اپنی سلطنت کو بڑھا رہے تھے، ان ترکوں کو عثمانی ترک کہتے ہیں، کیونکہ اس سلطنت کے بانی اوّل کا نام عثمان تھا،

عثمانی ترک اصل میں ترکستان کے رہنے والے تھے، چنگیز خاں کے حملوں کی وجہ سے انھیں وطن چھوڑنا پڑا، جب حملے ختم ہوئے تو یہ لوگ اپنے وطن واپس ہوئے دریائے فرات سے اترتے ہوئے اُن کا سردار سلیمان ڈوب گیا، اس کے چار بیٹے تھے، دو باپ کی وصیت کے مطابق وطن واپس گئے، اور دو ارطغرل اور دوندار دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ایشیائے کوچک کی طرف روانہ ہوئے کہ وہاں سلجوقیوں کی پناہ میں رہیں، قریب پہونچ کر زمین بوسی کے لئے بیٹوں کو آگے بادشاہ کی خدمت

میں بھیجا اور خود ساتھیوں کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے رہے ایک دن راستہ میں دیکھتے کیا ہیں کہ دو فوجیں لڑ رہی ہیں، ایک کمزور ہے اور دوسری طاقت ور، ارطغرل کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی، وہ جوش میں اپنے ساتھیوں کو لیکر بڑھا، اور کمزور جماعت کیسا تھ ہوکر طاقتور سے لڑنے لگا، اُس نے اس بہادری سے جنگ کی کہ دشمن کو شکست ہوئی بعد کو معلوم ہوا کہ جن کی مدد کی ہے، وہ ملک شاہ سلجوقی کا بیٹا علاء الدین کیقباد ہے، اور لڑنے والے تاتاری ہیں، سلطان علاء الدین ارطغرل سے بہت خوش ہوا، اور رومی سرحد کے قریب بہت کافی زمین جاگیر میں دی، اُس زمانہ میں سلجوقی بہت کمزور ہو گئے تھے، علاء الدین نے ارطغرل کو بہت غنیمت سمجھا، اور اُسے ہر قسم کی مدد دینے لگا، رومی قریب تھے، اس لئے پہلے ان ہی سے معرکے رہے، چند ہی دنوں میں ارطغرل نے ان کے بہت سے قلعے فتح کر لئے، اب رومیوں نے تاتاریوں کو ساتھ لیکر حملہ کیا، ارطغرل سلطان کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوا اور اس بہادری سے لڑا کہ رومیوں اور تاتاریوں دونوں کو شکست ہوئی، علاء الدین نے یہ علاقہ بھی اس کی جاگیر میں شامل کر دیا، اور اس کو اگلی فوج (مقدمۃ الجیش) کا سردار مقرر کیا، اب ارطغرل کے پاس کافی علاقہ ہو گیا، سلطان کے حکم سے قریب کے باغی امیروں کے علاقوں پر بھی حملہ کیا، اور انہیں اپنی جاگیر میں شامل کر لیا، اس طرح اُس کا علاقہ بہت بڑھ گیا، اور وہ بہت بڑا امیر ہو گیا، ۶۸۷ھ میں وفات پائی،

(۲)

غازی عثمان خان

باپ کے مرنے پر ۶۸۰ھ میں سلطان غیاث الدین سلجوقی کے حکم سے اوسے ریاست ملی، یہی وہ سلطان عثمان ہیں جن کے نام سے ترک عثمانی کہلاتے ہیں۔ غازی عثمان کی شادی ایک بہت بڑے بزرگ ادب عالی کی بیٹی مال خاتون کے ساتھ ہوئی، ادب عالی کا اثر بہت زیادہ تھا، اس لئے اس شادی کی وجہ سے غازی عثمان کا اثر اور بڑھ گیا۔

ریاست ملتے ہی قراچہ حصار کے امیر نکولس نے اُس پر چڑھائی کی، لیکن شکست کھائی، اس پر سلطان کی طرف سے اسے بیک کا خطاب ملا، اس کا نام خطبوں میں داخل کیا گیا، اور اسے اجازت دی گئی کہ اپنے نام کا سکہ ڈھال سکتا ہے، نکولس کے علاوہ اور دوسرے سرداروں سے بھی لڑائیاں ہوئیں، لیکن سب میں عثمان کو فتح ہوئی۔

۷۰۰ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں سلجوقیوں کا خاتمہ ہوگیا، اور ان کی سلطنت کا ہر رئیس اپنی اپنی جگہ با اختیار بن بیٹھا، تو اُس وقت عثمان نے بھی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اور شہر کی کو اپنا پایہ تخت بنایا، اس کے پاس بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، جنھیں عثمان نے چند ہی دنوں میں فتح کر لیا، رومی سلطنت نے جو یہ رنگ دیکھا تو مقابلہ کے لئے قسطنطنیہ سے ایک بہت بڑی فوج روانہ کی، مگر لڑائی میں رومی بری طرح ہارے، اب رومیوں نے تاتاریوں کو ساتھ لیکر پھر حملہ کیا، لیکن اس مرتبہ بھی شکست کھائی، اور بہت دور تک ترکوں کا قبضہ ہوگیا،

اب غازی عثمان نے ایشیاے کوچک کے تمام رومی سرداروں سے لڑائی کا اعلان کردیا، بعضوں نے تو جزیہ (خراج) دیکر صلح کرلی، لیکن اکثر تاتاریوں کو ساتھ لیکر لڑے، غازی عثمان خاں نے اپنے بیٹے اورخاں کو ان کے مقابلہ میں روانہ کیا، دشمنوں کو جگہ جگہ شکست ہوئی، آخر ۷۱۷ھ میں بروصہ پر حملہ کیا، دس برس کے محاصرہ (گھیرنے) کے بعد ۷۲۷ھ میں یہ قلعہ بھی فتح ہوگیا، فتح کی خبر پہونچی تو غازی عثمان کا آخری وقت تھا، اور دیکھنے آیا تو اُسے وصیت کی کہ اللہ کا ڈر رکھنا، رعایا کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ رکھنا، انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا، شریعت پر عمل کرنا، اور اُسے ملک میں اچھی طرح پھیلانا، یہ بھی تاکید کی کہ بروصہ کو پایہ تخت (صدر مقام) بنانا اور وہیں مجھے دفن کرنا،

(۲)

اورخان

عثمان نے دو بیٹے چھوڑے۔ علاء الدین اور اورخاں، اگرچہ علاء الدین پاشا بڑا تھا لیکن اُس کی طبیعت عبادت کرنے اور سب سے الگ تھلگ (خلوت گزیں) رہنے کی طرف مائل تھی، اس لیے عثمان خاں نے اپنی حیات ہی میں اورخاں کو بادشاہ نامزد کردیا تھا، اورخاں نے علاء الدین کو صدر اعظم (وزیر) بنایا، علاء الدین بڑا عقلمند اور سمجھدار تھا، اُس نے ملک میں ٹکسال بنائی، فوج کا انتظام درست کیا، اندر کا سارا انتظام اُسی کے سپرد تھا، اور باہر دشمنوں سے لڑائیاں اورخاں کے ذمہ تھیں اس انتظام کی وجہ سے تھوڑے ہی دنوں میں سارا ایشیاے کوچک ترکوں کے قبضہ میں آگیا، اب اُن کی طاقت اتنی بڑھی کہ مجبوراً قیصر روم نے بھی دوستی کی، حد یہ کہ قیصر کا نواسہ کورئی

نے اپنی بیٹی سلطان کے نکاح میں دیدی، (۷۴۶ھ)

۷۵۶ھ میں شاہ سردیہ نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی، قیصر بادشاہ قسطنطنیہ نے سلطان سے مدد مانگی، چنانچہ یہاں سے ایک بڑا لشکر بھیجا گیا، لیکن اسی عرصہ میں شاہ سردیہ مرگیا، اس لئے کوئی لڑائی نہیں ہوئی، مگر اس طرح ترکوں کو اندازہ ہوگیا کہ رومی کس قدر کمزور ہیں، چنانچہ چند ہی دن بعد سلطان کے بڑے لڑکے سلیمان نے درہ دانیال سے اتر کر یورپ کے کئی شہر فتح کرلئے، اور آگے کے لئے یورپ پر قبضہ کا راستہ کھول دیا۔

۷۶۰ھ میں شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر سلیمان مرگیا، اور خاں کو اس سے بڑا رنج پہونچا، اور دو مہینے بعد انتقال کرگیا، اورخاں اپنے باپ غازی عثمان خاں کی طرح بڑا بہادر، عقلمند اور سمجھدار تھا، شریعت کا پورا پابند اور رعایا کا بہت زیادہ ہمدرد تھا، اُس نے اپنے زمانہ میں ہزاروں مسجدیں، مدرسے، خانقاہیں، پل، سرائیں، لنگر خانے اور حمام (غسل خانے) بنوائے،

(۴)

سلطان مراد اوّل

سلیمان باپ کی زندگی ہی میں مرچکا تھا، اس لئے اورخاں کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا مراد تخت پر بیٹھا، انگورہ کے امیر علاء الدین نے بغاوت کی لیکن شکست کھائی اور انگورہ پر سلطان کا قبضہ ہوگیا،

یورپ میں ترکی سپہ سالار لالہ شاہین نے ادرنہ (اڈریانوپل) فتح کرلیا، سلطان نے بروصہ کو چھوڑ کر اُسے صدر مقام بنایا، جو قسطنطنیہ کی فتح تک برابر صدر مقام رہا،

ایک اور سپہ سالار نے دردارا اور گلمین پر قبضہ کرلیا، ترکوں کی ان فتوحات کو دیکھکر یورپ کے بادشاہ گھبرائے، اور انھوں نے اپنے مذہبی سردار پوپ سے فریاد کی، پوپ نے تمام بادشاہوں کو خط لکھے، سلطان مراد ان دنوں ایشیائے کوچک میں لڑرہا تھا شاہ سرویہ نے اس موقع کو بہتر سمجھ کر ۷۶۶ھ میں ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ ادرنہ پر حملہ کیا، ترک بڑی بہادری سے لڑے، رومیوں کو شکست ہوئی، اور بُری طرح مارے گئے، مراد ایشیائے کوچک کے جھگڑے ختم کرکے ادرنہ واپس آیا، اور ملک کے انتظام میں لگ گیا، ۷۸۰ھ میں پھر سرویہ اور بلغاریہ دونوں نے مل کر حملہ کیا لیکن ایک پیش نہ گئی، اور ہار کر سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح کی، شاہ بلغاریہ نے اپنی بہن بھی سلطان کو بیاہ دی،

۷۸۲ھ میں پھر ان لوگوں نے شرارت کی، اور خراج کی رقم بند کردی، تیمور طاشت کی ماتحتی میں مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجی گئیں جس نے کئی شہروں پر قبضہ کرلیا، اور تین سال بعد صوفیا میں داخل ہوگیا،

قیصر روم بھی چپکے چپکے شرارت کرتا رہتا تھا، جب کچھ نہ ہوسکا تو سلطان کے بیٹے صاروجی سے بغاوت کرادی، سلطان کو معلوم ہوا تو فوراً پلٹا، سلطان کو دیکھ کر فوجوں نے صاروجی کا ساتھ چھوڑ دیا،

۷۸۸ھ میں شاہ بلغاریہ نے پھر حملہ کیا، لیکن اب کی بھی شکست کھائی اور اسکے شہروں پر سلطانی فوجوں کا قبضہ ہوگیا، لیکن اس کی خوشامد پر قصور معاف کیا گیا اور آدھی سلطنت بھی اس کے پاس رہنے دی گئی، ۷۹۰ھ میں شاہ سرویہ نے حملہ کیا بڑی سخت لڑائی ہوئی، آخر شکست کھاکر گرفتار ہوا، اور مارا گیا، فتح تو ہوگئی، لیکن

لڑائی کے میدان میں ایک سروی سپاہی نے سلطان کو ایسا خنجر مارا کہ اوس سے وفات ہو گئی، (۱۳۸۹ء)

(۵)

سلطان بایزید اوّل

سلطان مراد کے انتقال کے بعد لڑائی کے میدان ہی میں بایزید کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا، اس کا چھوٹا بھائی یعقوب چلپی اپنی ہمت و بہادری کی وجہ سے بادشاہت کا دعویدار تھا، اس لئے امرا کی رائے سے قتل کرا دیا گیا تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔

شاہ سرویہ اگرچہ سلطان مراد اوّل کے زمانہ میں مارا جا چکا تھا جس کے بعد سرویہ ترکوں کے قبضہ میں آگیا تھا لیکن پھر بھی سلطان بایزید نے رحم کرکے اسکے بیٹے اسٹفن کو سلطنت دیدی، صرف یہ وعدہ لے لیا کہ سالانہ خراج دیتا رہے گا، اور جب ترکوں کو ضرورت ہوگی تو فوج لیکر مدد کے لئے حاضر ہوگا، اسٹفن نے اسے قبول کیا اور اپنی بہن سلطان کے نکاح میں دیدی، چونکہ سرویہ کی لڑائی میں قیصر روم بھی (دربردہ) شریک تھا، اس لئے سلطان بایزید نے ایشیائے کوچک کے رومی علاقہ پر قبضہ کر لیا اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کر دی، ابھی لڑائی ہو ہی رہی تھی کہ خبر آئی کہ رومانیہ کا صوبہ دار ڈیوک مانیس ایک بڑے لشکر کے ساتھ سلطانی پایہ تخت ادرنہ کی طرف بڑھ رہا ہے، بایزید فوراً لوٹا، ڈیوک کو شکست ہوئی، لیکن سلطان نے صرف سالانہ خراج کے وعدہ پر ملک اسی کے پاس رہنے دیا،

انگورہ میں علاء الدین اور دوسرے امیروں نے بغاوت کی، لیکن سب کو

شکست ہوئی، اور یہ سارا علاقہ عثمانی (ترکی) سلطنت میں شامل کر لیا گیا،

۷۹۳ھ میں بلغاریہ فتح ہو کر سلطنت میں شامل ہوا، چونکہ بادشاہ کا بیٹا مسلمان ہو گیا تھا، اس لئے وہی صوبہ دار مقرر ہوا، اس فتح سے ہنگری کے بادشاہ کو کھٹکا پیدا ہوا، اُس نے پوپ سے مدد مانگی، پوپ کے حکم سے بہت سے بادشاہوں نے لڑائی کی تیاری کی، برگنڈی، بویریا، آسٹریا، جرمنی، ہنگری اور فلاخ لڑائی میں شریک ہوئے، معرکہ بڑا سخت تھا، لیکن اللہ نے سلطان کو فتح دی، اس فتح پر تمام اسلامی ملکوں میں خوشی منائی گئی، اور مصر کے عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ نے سارے علاقہ کی حکومت کا فرمان بھیجا، (۷۹۸ھ)

اس لڑائی کے بعد سلطان نے آسٹریا اور ہنگری پر فوجیں بھیجیں جنھوں نے خاصہ حصہ فتح کر لیا، خود یونان پر حملہ کیا، اور فتح کرتا ہوا پایہ تخت ایتھنز تک پہونچ گیا، یہاں سے واپس ہوا تو قسطنطنیہ کے مسلمانوں کی طرف سے قیصر کے خلاف شکایتیں پہونچیں، اسلئے اس طرف توجہ کی، قریب تھا کہ قسطنطنیہ فتح ہو جائے کہ اتنے میں ایشیائے کوچک سے تیمور کے حملہ کی خبر آئی، مجبوراً دس ہزار اشرفی سالانہ پر صلح کر لی، یہ بھی طے پایا کہ جو مسلمان یہاں رہتے ہیں، ان کے لئے ایک الگ شرعی محکمہ قائم ہوگا، جو ان کے مقدموں کا فیصلہ کریگا، اور اُنھیں ایک جامع مسجد بنانے کا حق ہوگا،

اس کے بعد بایزید ایشیائے کوچک آیا، انگورہ میں تیمور سے مقابلہ ہوا، بایزید بڑی بہادری سے لڑا لیکن فوج کے کچھ حصے تیمور سے مل گئے، اسلئے شکست کھائی اور اپنے بیٹے موسیٰ کیساتھ گرفتار ہو گیا، اور گرفتاری کے دوسرے سال ۸۰۵ھ میں انتقال کر گیا،

اس کے بعد بایزید یلیتلاے کو چک آیا، انگورہ میں تیمور سے مقابلہ ہوا، بایزید بڑی بہادری سے لڑا لیکن فوج کے کچھ حصے تیمور سے مل گئے، اس لئے شکست کھائی، اور اپنے بیٹے موسیٰ کے ساتھ گرفتار ہوگیا، اور گرفتاری کے دوسرے سال ۸۰۵ھ میں انتقال کرگیا،

(۶)

سلطان محمد اوّل (چلپی)

بایزید کے بعد اس کے بیٹوں میں لڑائی ہوئی، آخر محمد نے سب کو شکست دی اور بادشاہ بن گیا، تیمور کے حملہ اور پھر آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے ملک میں ابتری پھیل گئی تھی، جس کی وجہ سے جگہ جگہ نئی نئی ریاستیں قائم ہوگئی تھیں، سلطان محمد کی ساری زندگی انہی سے لڑتے گذری، آخر بڑی مشکلوں سے یہ لوگ قابو میں آئے،

اسی زمانہ میں ایک شخص بدرالدین نے ایک نیا مذہب نکالا، اور اپنے مرید قلیجہ کے ساتھ مل کر بڑی ہڑلونگ مچائی، ان کی ان شرارتوں سے عاجز آکر سلطان نے اس طرف توجہ کی، بڑی مشکلوں سے یہ لوگ گرفتار ہوئے، اور قتل کئے گئے، ان فتنوں کے بعد ذرا اطمینان ہوا تو سلطان نے ملک کا انتظام درست کرنا شروع کیا، لیکن ابھی اسی میں لگا ہوا تھا کہ ۸۲۴ھ میں ادرنہ میں وفات پائی،

سلطان محمد بڑا علم دوست اور شریعت کا پابند تھا، اُس نے حرمین شریفین (مکہ مدینہ) کے لئے ایک سالانہ رقم مقرر کی جو بعد میں بھی جاری رہی،

(۷)

سلطان مراد سوم

باپ کی وصیت کے مطابق سلطان مراد تخت پر بیٹھا، یہ شروع میں لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہتا تھا تاکہ ملک کا انتظام درست ہو جائے، لیکن قیصر نے کمزور سمجھ کر دھمکیاں دینی شروع کیں، اور جب اس کا اثر نہ ہوا تو کھلم کھلا لڑائی شروع کر دی، سلطان کو اس حرکت پر سخت غصہ آیا، اور قیصر پر چڑھائی کر دی لیکن اتنے میں خبر ملی کہ ایشیائے کوچک میں اس کے بھائی مصطفےٰ چلپی نے بغاوت کر دی ہے، اس لئے فوراً اس طرف روانہ ہوا، مصطفےٰ گرفتار ہو کر قتل ہوا، اور اس کے مددگاروں کو سخت سزائیں ملیں، اس کے بعد قریب کی دوسری ریاستوں پر قبضہ کیا، پھر یورپ کی طرف بڑھا، ہنگری نے آدھے ملک اور سرویہ نے پچاس ہزار سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح کی، اس کے بعد سلانیک اور البانیہ پر قبضہ کیا، فلاح کے امیر ڈراکول نے شاہ ہنگری کے اشارہ سے امیر البانیہ کو ساتھ لیکر بغاوت کر دی، مراد نے فوراً شکست دی، اور اس کے ساتھ ہنگری کے بھی مزاج درست کر دیئے، ۸۴۱ھ میں سرویہ نے پھر بغاوت کر دی، سلطان نے اب کی بھی شکست دی اور سمندریہ فتح کر کے پایہ تخت بلغراد کے قریب تک پہونچ گیا، شاہ سرویہ نے بھاگ کر ہنگری میں پناہ لی، مراد نے ٹرانسلونیا کی طرف فوج بھیجی، امیر ہونیاڈ ہنگری فوجوں کا سردار تھا

لڑائی بہت سخت ہوئی، بیس ہزار ترک مارے گئے، باقی بھاگ گئے، مراد نے پھر بڑی فوج بھیجی، لیکن اُسے بھی شکست ہوئی، اب ہونیاد کا نام سارے یورپ میں مشہور ہوگیا پوپ نے صلیبی جنگ (عیسائیوں کا جہاد) کا اعلان کر دیا، اور ہنگری کے علاوہ پرشیا پولینڈ اور سرویہ کی فوجوں نے مل کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا، سلطان کو شکست ہوئی ادھر ایشیائے کوچک میں بھی بغاوت ہوگئی، مجبوراً سلطان نے فلاخ کو چھوڑ دیا، سرویہ کے علاقے واپس کر دیئے اور ہنگری سے دس سال تک نہ لڑنے کا وعدہ کیا، اسی زمانہ میں سلطان کے بڑے بیٹے علاء الدین کا انتقال ہوا، ان سب باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ سلطان مراد نے سلطنت چھوڑ کر اپنے بیٹے محمد کو تخت پر بٹھایا،

اب عیسائی اور بھی شیر ہوگئے، ۸۴۶ھ میں صلحنامہ کے خلاف شاہ ہنگری نے ترکی ریاست بلغاریہ پر حملہ کر دیا، مجبوراً پھر سلطان مراد کو میدان میں آنا پڑا، ادرنہ کے مقام پر مقابلہ ہوا، عیسائیوں کو بُری طرح شکست ہوئی، خود ہونیاد سے بھی کچھ نہ ہوسکا، اور بھاگتے ہی بنی، اسکے بعد محمد کو پھر تخت پر بٹھایا، لیکن انکشاری[1] فوج کی بغاوت کی وجہ سے پھر انتظام ہاتھ میں لینا پڑا، جب یہ قابو میں آگئی، تو یونان پر چڑھائی کی، اتنے عرصہ میں ہونیاد بہت بڑا لشکر جمع کرکے پھر آگیا، سلطان بھی مقابلہ پر آیا، بڑی سخت لڑائی ہوئی، جسمیں سلطان کو فتح ہوئی، اس کے بعد البانیہ پر اس کی شرارت کا مزہ چکھانے کے لئے حملہ کیا، اور سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح کی، اسکے بعد مراد ادرنہ واپس آیا، جہاں ۸۵۵ھ میں وفات پائی،

---

[1] جس طرح عباسیوں نے ایرانی اور ترکی فوج بنائی تھی اسی طرح ترکوں نے نومسلم عیسائیوں کی ایک زبردست فوج تیار کی تھی، جس سے انھیں بڑی بڑی امیدیں تھیں، لیکن جس طرح عباسی اپنی فوج کے ہاتھوں پریشان ہوئے تھے، اسی طرح اس نومسلم فوج نے ترکوں کا ناطقہ بند کر دیا، آگے چل کر انکی شرارتوں کے بہت سے حالات پڑھوگے، تو تمھیں معلوم ہوگا کہ اس فوج نے ترکوں کو کیسا سخت نقصان پہنچایا،

(۸)

سلطان محمد فاتح

محمد فاتح کے زمانہ میں بہت سی عیسائی حکومتوں سے لڑائی رہی، جس میں سلطان کو کامیابی ہوئی، لیکن اس کا سب سے بڑا کام قسطنطینیہ کی فتح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی وجہ سے مسلمانوں کو اس کی فتح کا بڑا شوق تھا، چنانچہ شروع ہی سے لوگ کوشش کرتے رہے، اور حضرت معاویہؓ کے وقت سے سلطان مراد دوم کے وقت تک آٹھ حملے کئے گئے، لیکن یہ فتح تو سلطان محمد فاتح کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی، ۸۵۵ھ میں بادشاہ ہوتے ہی تیاری شروع کر دی، اور ۸۵۷ھ میں شہر پر قبضہ کر لیا، اور ادرنہ کے بجائے اسے پایہ تخت قرار دیا، اس وقت سلطان کی عمر صرف چھبیس سال کی تھی،

قسطنطینیہ کے علاوہ سلطان محمد فاتح نے اور بھی بہت سے ملک فتح کئے اُس نے سرویا اور بوسینیا کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، اُس نے البانیا کے باغیوں کو شکست دیکر وہاں اپنی حکومت پھر قائم کر دی، اُس نے جمہوریہ وینس پر حملہ کر کے اس کے جزیرہ نگر و پونٹ پر قبضہ کر لیا، اُس نے یونان اور بحر ایجین کے جزیروں میں اپنی حکومت قائم کی، اور بحر اسود کے ساحل پر سینوپ اور طرابزون کے شہروں کو فتح کیا، اس کے بعد کریمیا پر جو چنگیز خاں کی اولاد کی حکومت میں تھا،

قبضہ کرلیا، سب سے آخر ایک ترکی جنرل نے اٹلی کے جنوبی ساحل پر اتر کر اٹرانٹو کا قلعہ فتح کرلیا، اس کے بعد رومہ ہی کی فتح کا قصد تھا، اور سلطان اسکے لئے تیاریاں کر رہا تھا، مگر ۸۶ھ میں اس کا انتقال ہوگیا،

سلطان محمد فاتح بڑا بہادر سلطان تھا، جنگ کا اُسے خاص ملکہ تھا، اسی وجہ سے اکثر لڑائیوں میں فتح اسی کی ہوتی تھی لیکن وہ صرف ملک فتح کرنے پر کتفا نہیں کرتا تھا، جو ملک فتح کرتا، اس کی حکومت کا انتظام بھی بہت اچھے طریقہ پر کر دیتا تھا، اسکو رعایا کی بھلائی کا بہت خیال تھا، اور عیسائیوں کے ساتھ خاص طور پر نرمی کرتا تھا علم کا بھی اُسے نہایت شوق تھا بڑے بڑے عالموں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا، اور اُن سے بحث مباحثہ کرنے میں دلچسپی لیتا تھا، نہایت ذہین اور قابل تھا، شاعر بھی بڑے درجہ کا تھا، اسکے اشعار ترکی زبان میں بہت شہرت رکھتے تھے

(۹)

سلطان بایزید دوم

سلطان محمد کے بعد بایزید بادشاہ ہوا، یہ مزاج کا نرم تھا، اسلئے کچھ زیادہ لڑائیاں نہیں ہوئیں، اس زمانہ میں ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی کی حکومت تھی، یہ شیعہ مذہب تھا، اس کی کوشش تھی کہ سارا ایران یہی مذہب اختیار کرلے، ترک چونکہ سنی تھے اسلئے اُن سے عداوت تھی، اور کبھی کبھی آپس میں جھڑپ ہوتی رہتی تھی،

اس زمانہ میں ایک بہت ہی خاص واقعہ پیش آیا، اندلس کے حالات تو پیچھے پڑھ چکے ہو انھیں یاد ہوگا کہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں طارق نے صرف بارہ ہزار

سواروں سے یہ ملک فتح کیا تھا، اس کے بعد وہاں سینکڑوں برس تک بڑی شان و شوکت سے اسلامی حکومت قائم رہی، آخر میں آپس ہی میں جھگڑے شروع ہوئے جنھوں نے مسلمانوں کو چور چور کر دیا، اور بایزید کے زمانہ میں ان کی حکومت بالکل ختم کر دی، حالات تو تمھیں معلوم ہیں، یہاں صرف یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اندلس کے آخری بادشاہ ابوعبداللہ نے اس مصیبت میں تمام مسلمان بادشاہوں سے مدد مانگی تھی، لیکن افسوس کہ کسی نے بھی توجہ نہ کی، بایزید قریب تھا لیکن اُس نے بھی زیادہ خیال نہیں کیا، اور صرف ایک معمولی سا بیڑا بھیج دیا، نتیجہ ظاہر ہے مسلمان چن چن کر مارے گئے، اور چند ہی دن میں سارا ملک انہی سے نہیں بلکہ ان کی ایک ایک چیز سے خالی ہو گیا، مسجدیں گرائی گئیں، محل کھودے گئے، مکان برباد کئے گئے، کتب خانے جلائے گئے، غرضکہ آن کی آن میں صدیوں کی محنت پر پانی پھر گیا،

۹۱۸ھ میں بایزید نے وفات پائی،

(۱۰)

سلطان سلیم اوّل

بایزید اپنے بعد شہزادہ احمد کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا، لیکن انکشاری فوج اس سے خوش نہ تھی، اس لئے انھوں نے شہزادہ سلیم کو بادشاہ بنایا، احمد اور کرکود دونوں بھائیوں نے مقابلہ کیا، لیکن شکست کھا کر قتل ہوئے، شاہ اسمٰعیل صفوی کا ذکر آچکا ہے، مذہبی اختلاف کی وجہ سے سلطان سلیم سے بھی مقابلہ ہوا، سلیم نے ایران پر چڑھائی کی، شاہ ایران کو شکست ہوئی، اور ترک تبریز میں داخل ہو گئے، اس لڑائی میں مصر کی ماتحت ریاست

ذوالقدیہ نے ترکون کی راہ مین رکاوٹ ڈالی تھی، اس لئے فتح کے بعد اس کا امیر گرفتار کرکے قتل کرادیا گیا، معاملہ یہین پر ختم ہوگیا تھا لیکن شامت کے مارے بادشاہ مصر قانصوہ غوری نے سلطان سلیم کو لکھا کہ ذوالقدریہ مین میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے اس پر سلیم کو بے حد غصہ آیا، اور فوراً مصر کی طرف فوج لیکر چل کھڑا ہوا، غوری لڑائی مین مارا گیا، اور شام و فلسطین پر ترکون کا قبضہ ہوگیا، مصر مین غوری کی جگہ پر طومان بائے بادشاہ تھا، اس نے مقابلہ کیا، لیکن یہان بھی ترکون کو فتح ہوئی، طومان بائے مارا گیا، اور سارا مصر ترکی حکومت مین شامل ہوگیا، اس وقت یہان متوکل علی اللہ سوم عباسی خلیفہ تھا، سلیم اسے اپنے ساتھ قسطنطنیہ لیتا گیا، جہان جامع ایاصوفیہ مین اس نے تبرکات خلافت یعنی تلوار، علم اور چادر نبوی سلطان سلیم کے حوالہ کی، اور اسی دن سے سلطان ترکی مسلمانون کا خلیفہ ہوگیا، اس کے بعد سلطان نے سمندر کی راہ سے جزیرہ روڈس اور خشکی کے راستہ سے ایران پر حملہ کی تیاری شروع کی تاکہ اس طرف سے ہمیشہ کے لئے اطمینان ہوجائے، لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا، اور ۸ شوال (عید) سنہ ۹۲۶ھ کو انتقال ہوگیا،

(۱۱)

سلطان سلیمان اعظم

سلطان سلیم کے بعد سلیمان تخت پر بیٹھا، یہ بڑا زبردست بادشاہ تھا، اس نے شام کی بغاوت ختم کی، اور روڈس، ہنگری اور بلغراد کو فتح کرلیا، اور آسٹریا کے دارالسلطنت

(صدر مقام) دیا تاکہ اسلامی فوجیں پہونچادیں، الجزائر خود وہاں کے حاکم خیرالدین پاشا نے حوالہ کر دیا،

اس زمانہ میں ساری دنیا پر ترکون کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اور تمام سلطنتیں انکے نام سے لرزتی رہتی تھیں، اس وقت موقع تھا کہ ساری دنیا پر مسلمانون کا قبضہ ہو لیکن افسوس کہ ایران سے میل نہ ہوسکا، اسمٰعیل صفوی تو مرچکا تھا، لیکن اس کا بیٹا طہماسپ اس سے بھی زیادہ سخت تھا، اس نے جو دیکھا کہ سلیمان یورپ کی لڑائیون میں لگا ہوا ہے تو فوراً آگے بڑھ کر تبریز پر قبضہ کر لیا، سلیمان سنتے ہی آگ ہو گیا فوراً ایران پر حملہ کر دیا، اور تبریز فتح کر لیا، ان کے بعد بغداد پر بھی قبضہ کر لیا،

۹۷۴ھ میں سلطان سلیمان نے نقرس کے عارضہ میں وفات پائی،

(۱۲)

سلطان سلیم دوم

سلیمان اعظم کے بعد شاہزادہ مصطفےٰ بادشاہ ہونے والا تھا، لیکن سلطان کی روسی بیوی اپنے بیٹے سلیم کی بادشاہت چاہتی تھی، اس نے کچھ ایسی ترکیبیں لڑائیں کہ مصطفےٰ اور اس کے دوسرے بھائی خود سلطان کے حکم سے قتل کئے گئے، اور صرف سلیم باقی رہ گیا، جو سلطان کے بعد تخت پر بیٹھا،

سلیم دوسرے ملک کیا فتح کرتا، اس میں تو اپنا ملک بچانے کی بھی لیاقت نہ تھی وہ تو کہو صدر اعظم (وزیر) محمد پاشا کچھ ایسا عقلمند اور تجربہ کار وزیر تھا کہ سلطنت

کی ساکھ باقی رہی، ورنہ ملک کے جانے مین کیا کسر رہی تھی، اسی کا دم تھا جس نے قبرص فتح کیا، یمن کی بغاوت ختم کی، آسٹریا اور فرانس کو دبائے رکھا، اور ٹیونس کو اسپین کے ہاتھ سے چھین لیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پوپ، وینس اور اسپین کے زور کو توڑا جنھون نے مل کر ترکون کو ختم ہی کر ڈالنے کی ٹھان لی تھی،

سنہ ۹۸۲ھ مین سلیم کا انتقال ہوا،

(۱۳)

سلطان مراد سوم

مراد باپ کی جگہ بادشاہ ہوا، یہ بڑا عیاش مزاج تھا، تخت پر بیٹھتے ہی بھائیون کو قتل کرایا، محمد پاشا اب صدر اعظم (وزیر) تھا جس کی وجہ سے سلطنت کو زیادہ نقصان نہین پہونچنے پایا، ورنہ یہان تو حالت یہ ہو گئی تھی کہ محل کی بیگمین تک سلطنت کے کامون مین دخل دینے لگی تھین، فوج جس پر سب کچھ بھروسا تھا، شرارت اور سرکشی پر تلی ہوئی تھی، لیکن صدر اعظم (وزیر) نے اپنی حکمت عملی سے سب کچھ دبائے رکھا، اس کے ساتھ مراکش کو پرتگال سے بچا کر ترکی حکومت مین شامل کیا، ایران کا زور کم کیا، اور یورپ کی حکومتون کو کسی نہ کسی طرح روکے رکھا،

سنہ ۱۰۰۳ھ مین مراد کا انتقال ہوا،

(۱۴)

سلطان محمد سوم

مراد کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا، اس نے بھی پہلے ہی بھائیون پر ہاتھ صاف کیا، لیکن خیر بعد مین کسی قدر سنبھل گیا، اور سلطنت کی دیکھ بھال شروع کی، مراد کی فضول خرچی کا یہ حال تھا کہ صرف ترکاری کی قیمت اسی ہزار اشرفیان باقی تھین، محمد نے یہ سب قرض ادا کیا، فوج کی حالت خراب تھی، اس کی طرف توجہ کی، خود ان کے ساتھ لڑائی کے میدان مین مارا گیا، اور دشمنون کو شکست دی، ایشیاے کوچک کی بغاوت ختم کی،

شاہ ایران عباس صفوی کے مقابلہ مین فوجین بھیجین، لیکن یہ جنگ ابھی ختم نہین ہوئی تھی کہ سنہ ۱۰۱۲ھ مین خود سلطان کا انتقال ہو گیا،

(۱۵)

سلطان احمد اوّل

سلطان محمد کے بعد اس کا بڑا بیٹا احمد جو ۱۴ سال کی عمر مین بادشاہ ہوا، سلطنت کی حالت پہلے ہی سے خراب تھی، شاہ عباس فوجین لئے بڑھتا چلا آرہا تھا، ملک کے اندر جھگڑے فساد ہو رہے تھے، لیکن خدا کے فضل سے وزارت مراد پاشا کے ہاتھ مین آگئی، جو بہت ہی لائق اور سمجھدار تھا، اس کی توجہ سے اندر کے جھگڑے مٹے، ملک مین امن قائم ہوا، آسٹریا سے ہنگری کی حکومت ملی، عباس کو بھی شکست ہوئی، لیکن صلح نام

نہ ہونے پایا تھا کہ مراد پاشا کا انتقال ہو گیا، اور نصوح پاشا اس کی جگہ وزیر مقرر ہوا اس نے بہت ہی نرم شرطون پر معاملہ طے کر لیا، جس سے ترکی کو نقصان پہونچا، ۱۰۲۶ھ کو سلطان محمد کی وفات ہوئی، چونکہ شاہزادہ عثمان کی عمر بہت کم تھی، اس لئے اپنے بھائی مصطفےٰ کے لئے بادشاہت کی وصیت کر گیا،

(۱۶)

سلطان مصطفےٰ اوّل

بھائی کی وصیت کے مطابق مصطفےٰ بادشاہ بنایا گیا، لیکن اس کی ساری عمر محل مین عورتون کے پاس گذری تھی، اس لئے نہایت بے عقل اور سلطنت کے کامون سے بالکل ناواقف تھا، یہ حال دیکھ کر تین ہی مہینے بعد امیرون نے اسے تخت سے اتار کر شاہزادہ عثمان کو بادشاہ بنایا،

(۱۷)

سلطان عثمان دوم

عثمان کے تخت پر بیٹھتے ہی بولونیا کے امیر نے شرارت شروع کی، عثمان خود فوج لے کر گیا، لیکن انکشاریہ (نومسلم عیسائی فوج) نے لڑنے سے انکار کر دیا، اور ترکون کو شکست ہوئی، مجبوراً عثمان صلح کر کے واپس آگیا، لیکن انکشاریہ کی اس شرارت سے سخت ناراض تھا، چنانچہ اس نے نئی فوجین بھرتی کین، اور جب وہ ٹھیک ہو گئین تو انکشاریہ کو نکالن شروع کیا، اس پر انھون نے بغاوت کر دی، اور ۹ رجب ۱۰۳۱ھ

کو سلطان مصطفےٰ کو دوبارہ تخت پر بٹھایا، عثمان کو گھسیٹتے اور گالیان دیتے ہوئے لائے، اور قلعہ کے سامنے قتل کر ڈالا، اس گڑبڑ مین ملک کا انتظام اور خراب ہو گیا، جگہ جگہ امیرون اور سردارون نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، خود خاص قسطنطنیہ مین ڈیڑھ برس تک لوٹ مار ہوتی رہی، آخر مین علی پاشا کمان کش صدر اعظم ہوا، تو اس نے کوشش سے پھر امن قائم کیا، مصطفےٰ تخت سے اتارا گیا، اور ۱۰۳۲ھ مین سلطان احمد کا تیسرا بیٹا مراد بادشاہ بنایا گیا،

(۱۹)

سلطان مراد چہارم

تخت پر بیٹھتے وقت مراد کی عمر چودہ سال کی تھی، اس لئے کچھ دن تک سارا انتظام وزیرون کے ہاتھ مین رہا، انکشاری فوج کی شرارت کا حال تو تم پڑھ چکے ہو، عین لڑائی کے وقت انکار تو کیا ہی کرتے تھے، اب ان کی ہمت یہان تک بڑھی کہ خود سلطان کے سامنے وزیر اعظم کو قتل کر دیا، مراد کو اس حرکت پر سخت غصہ آیا، اس نے انتظام اپنے ہاتھ مین لیا، اور تھوڑے دنون مین ان کی قوت توڑ دی،

بغداد ایرانیون کے قبضہ مین چلا گیا تھا، سلطان مراد نے اسے واپس لیا، بوسنیا کی بغاوت ختم کی، اگر کچھ اور زندگی رہتی تو مراد ترکون کو پھر انتہائی ترقی پر پہنچا دیتا، لیکن افسوس ۱۰۴۹ھ کو صرف تیس برس کے سن مین وفات پائی،

(۱۹)

سلطان ابراہیم

بھائی کے مرنے پر بادشاہ بنایا گیا، یہ پاگل سا آدمی تھا، دن رات کھیل کود اور بیوقوفی کی باتون مین لگا رہتا، یہ دیکھ کر انکشاریہ نے پھر زور پکڑا، ابراہیم نے ان کے سردارون کو قتل کرانا چاہا، لیکن انھون نے خود اسی کو تخت سے اتار دیا، اور ۱۰۵۳ھ مین اس کے سات برس کے بچے محمد کو تخت پر بٹھا دیا،

(۲۰)

سلطان محمد چہارم

سلطنت کا انتظام پہلے ہی سے خراب تھا، محمد کی کمسنی کی وجہ سے اور بھی ابتری پھیلی، اور اندر و باہر ہر جگہ وہ ادھم مچا کہ خدا کی پناہ، وہ تو اللہ نے خیر کی کہ محمد پاشا کوپریلی صدر اعظم ہوگیا، ورنہ سلطنت کے جانے مین کوئی کسر نہین رہ گئی تھی، محمد پاشا نے انکشاری فوج کو قابو مین کیا، رومی بطریق کو جس کی شرارت سے وینس نے حملہ کیا تھا، پھانسی دی، پھر وینس کے جنگی جہازون کو شکست دیکر بھگا دیا، اور سارے مقامات چھین لئے، ٹرانسلونیا اور رومانیا کو دبایا،

۱۰۷۲ھ مین یہ لائق وزیر انتقال کر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا احمد پاشا کوپریلی وزیر ہوا، اس نے بھی باپ کی طرح سارا انتظام درست رکھا، ۱۰۸۷ھ مین یہ بھی وفات پا گیا، اور اس کا بہنوئی قرہ مصطفےٰ وزیر ہوا، اس کے زمانہ مین بھی حالت اچھی رہی،

لیکن اتفاق سے آسٹریا کے مقابلہ مین شکست کھا گیا، اس پر سلطان نے ناخوش ہو کر اسے ہٹا دیا، اور اس کی جگہ ابراہیم پاشا کو وزیر بنایا، لیکن اس مین وہ بات کہان تھی نتیجہ یہ ہوا کہ آسٹریا نے ہنگری واپس لے لی، وینس نے مورہ پر قبضہ کر لیا، یہ دیکھ کر سلطان نے سلیمان کو مقرر کیا، سلیمان نے بوڈاپسٹ پر چڑھائی کی، لیکن کامیابی نہ ہو سکی، اب سلطان نے سیاوش پاشا کو مقرر کیا، لیکن فوج اس سے خوش نہ تھی، اس لئے بغاوت کر دی، سلطان محمد سیر و شکار مین لگا ہوا تھا، اور سلطنت سے بالکل غافل تھا، اس لئے مفتی کے فتوی پر سنہ ۱۰۹۹ھ کو وہ تخت سے اتار دیا گیا، اور اس کی جگہ اس کا بھائی سلیمان بادشاہ بنایا گیا،

(۲۱)

سلطان سلیمان دوم

فوج نے بڑا ادھم مچایا تھا، ہر جگہ لوٹ مار ہو رہی تھی، سلیمان نے بڑی مشکل سے کسی طرح اسے قابو مین کیا، اس گڑبڑ مین آسٹریا نے بلغراد فتح کر لیا، سلطان نے محمد پاشا کوپریلی کے پوتے مصطفیٰ پاشا کو وزیر بنایا، مصطفیٰ نے سب سے پہلے فوج کو قابو مین کیا، پھر باہر مقابلہ کے لئے نکلا، اور دشمنون کو شکست دے کر سلطنت کا رعب پھر سے قائم کیا،

سنہ ۱۱۰۲ھ مین سلطان سلیمان دوم نے انتقال کیا، یہ بڑا نیک، علم دوست اور عابد و زاہد تھا، یہان تک کہ شروع مین سلطنت تک سے انکار کر دیا تھا، بڑی مشکلون سے لوگون نے کہہ سن کر راضی کیا،

(۲۲-۲۳)

احمد دوم - مصطفٰے ادوم

سلطان سلیمان کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے اس کا بھائی احمد تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ مین کوئی خاص بات نہین ہوئی، سوائے اس کے کہ جزیرہ ساقز پر وینس کا قبضہ ہو گیا سنہ ۱۱۰۶ھ مین اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد سلطان محمد چہارم کا بیٹا مصطفٰے ادوم تخت پر بیٹھا، یہ بڑا بہادر تھا، خلیفہ ہونے کے تیسرے ہی دن پولونیا پر چڑھائی کر دی، کئی مقامات چھین لئے، پٹیر اعظم (شاہ روس) ازاق فتح کر کے بحیرہ اسود مین روسی بندرگاہ بنانا چاہتا تھا، سلطان مصطفٰے نے اسے وہان سے ہٹا دیا، پھر ہنگری پر حملہ کیا، اور اسے بھی شکست دی، سنہ ۱۱۰۸ھ مین آسٹریا کو بھی ہرایا، لیکن اتفاقاً آسٹریا کے سپہ سالار اوجین نے اچانک حملہ کیا، جس سے ترکون کو سخت نقصان پہنچا، ان کے بڑے بڑے سردار یہان تک کہ وزیر اعظم بھی مارے گئے، پٹیر نے سلطان کو ادھر پھنسا دیکھ کر ازاق پر قبضہ کر لیا، آخر سنہ ۱۱۱۰ھ مین ترکی کا روس، پولونیا، آسٹریا اور وینس کے ساتھ عہد نامہ ہوا، اس مین طے پایا کہ ہنگری اور ٹرانسلوینیا، آسٹریا کو، یوکرین پولونیا کو، ازاق روس کو، مورہ اور ڈلماسیا وینس کو دیئے جائین، اور آئندہ سے آسٹریا ترکی کو کوئی خراج نہ دے،

اس عہد نامہ سے ترکی کو سخت نقصان پہنچا، اس کے بعد ترکون کا رعب جاتا رہا، یورپ کی حکومتون نے آپس مین طے کیا کہ ترکون کو نہ صرف یہی کہ آگے بڑھنے سے روکا جائے، بلکہ انھین یورپ سے نکال دیا جائے تاکہ اسلام عیسائیون کے مقابلہ مین باقی

نہ رہ سکے، حسین پاشا کو پریلی وزیراعظم تھا، اس نے حالت سنبھالنے کے لئے ملک کا انتظام درست کرنا شروع کیا، حسین پاشا کی مستعدی سے امید ہو چلی تھی کہ بس تھوڑے دنون مین ترک پھر ترقی کرین گے، لیکن شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کو بلا وجہ ایسی عداوت ہو گئی کہ اسے برطرف کرا کے چھوڑا، اس کے بعد مصطفیٰ پاشا وزیر ہوا، لیکن اُسے بھی شیخ الاسلام نے ہٹوا دیا، اور رامی پاشا کو مقرر کرایا، جس نے شیخ الاسلام کے چارون بیٹون کو بڑے بڑے عہدے دیئے، لیکن فوج خوش نہ تھی، مگر سلطان نے اسے نہ ہٹایا، نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے خود سلطان کو ہٹا دیا،

(۲۴)

سلطان احمد سوم

مصطفیٰ دوم کے بعد اس کا بھائی احمد تخت پر بیٹھا، شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کو جن کی وجہ سے سارا جھگڑا ہوا تھا، انکشاری فوج نے قتل کر ڈالا، سلطان نے اپنے داماد حسن پاشا کو وزیراعظم بنایا، جس نے پھر سے امن و امان قائم کیا،

روس سے جنگ ہوئی، جس مین شاہ روس پٹیر اور اس کی ملکہ کیتھرائن دونون قلعہ مین گھر گئے، لیکن سپہ سالار محمد پاشا نے رشوت لے کر معمولی سا عہد نامہ لکھا کر چھوڑ دیا، سلطان نے اس بے ایمانی پر اسے علیحدہ کر دیا، اور اس کی جگہ یوسف پاشا کو مقرر کیا، اس نے روس سے طے کیا کہ سات برس تک کوئی لڑائی نہ ہو گی، لیکن چند ہی مہینے بعد روس نے لڑائی شروع کر دی، مگر چونکہ ہالینڈ اور انگلستان کو اس مین اپنی تجارت کے نقصان کا ڈر تھا، اس لئے انھون نے بیچ مین پڑ کر صلح کرا دی، ۱۱۲۷ھ مین مانٹی نگرو

نے بغاوت کی، علی پاشا نے شکست دی، لیکن پھر آسٹریا کے سپہ سالار اوجین کی وجہ سے شکست ہوئی اور بلغراد اور سرویا کا ایک بڑا حصہ ترکون کے ہاتھ سے نکل گیا،

ایران مین میر اشرف نے شاہ طہماسپ کو نکال دیا، اس گڑبڑ کے موقع پر ترکون نے آرمینیا اور گرجستان کے علاقون پر قبضہ کر لیا، شاہ طہماسپ نادر شاہ کی مدد سے پھر بادشاہ ہو گیا، اب اس نے اپنے علاقے ترکون سے واپس مانگے، لیکن سلطان اور وزیر دونون رنگ رلیان منا رہے تھے، ادھر کون توجہ کرتا، آخر طہماسپ نے بڑھ کر تبریز پر قبضہ کر لیا، اور ترکی فوجون کو مار کر نکال دیا، فوجی سردارون نے غصہ مین آکر صدر اعظم ابراہیم پاشا کو قتل کر ڈالا، اور ۱۱۴۳ھ مین سلطان کو تخت سے اتار کر اس کے بھتیجے محمود کو بادشاہ بنایا،

(۲۵)

سلطان محمود اوّل

۱۱۴۳ھ مین تخت پر بیٹھا، یہ بڑا علم دوست اور منتظم تھا، کئی کتبخانے قائم کئے، اس زمانہ مین ایران مین نادر شاہ افشار بادشاہ تھا، اس نے بار بار ترکی پر حملے کئے، پہلا حملہ ۱۱۴۹ھ مین ہوا، جس مین صلح ہو گئی، اور طے پایا کہ سلطان مراد کے زمانہ مین دونون حکومتون کی جو حدین تھین وہی اب بھی قائم رکھی جائین لیکن ۱۱۵۶ھ مین دوسرا حملہ ہوا، اس مین ترکون کو فتح ہو جاتی، لیکن عین وقت پران کا سردار یکن پاشا وفات پا گیا، اس لئے شکست اٹھانی پڑی، اس زمانہ مین روسیون کو موقع مل گیا، اور انھون نے آسٹریا کو اپنے ساتھ ملا کر ترکون پر حملہ کر دیا، لیکن شکست کھائی، اور

اس شرط پر صلح کی کہ آسٹریا، بلغراد اور روس اذاق ترکون کو دیدے، اور آیندہ سے بحیرۂ اسود مین کوئی جنگی جہاز نہ رکھے،

۱۱۶۸ھ مین ایک دن سلطان محمود جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آرہے تھے کہ راستہ مین گھوڑے ہی پر انتقال ہوگیا،

(۲۶)

سلطان عثمان سوم

عثمان بھی سلطان مصطفیٰ دوم کا بیٹا تھا، بھائی کے انتقال کے بعد تخت پر بیٹھا، اور تین برس کے بعد ۱۱۷۱ھ مین وفات پائی، اس کے زمانہ مین کوئی خاص بات نہین ہوئی

(۲۷)

سلطان مصطفیٰ سوم

سلطان عثمان کے بعد سلطان احمد سوم کا لڑکا سلطان مصطفیٰ سوم کے نام سے بادشاہ ہوا، اس کے زمانہ مین روس نے پھر زور باندھا، اور آسٹریا اور پرشیا کو ملا کر لڑائی شروع کردی، اس کے ساتھ ہی اپنی ترکیب سے اِدھر اُدھر بغاوت بھی شروع کرا دی، مصر کے گورنر علی بک پر اس کا بہت اثر پڑا، اس نے دمشق اور بیت المقدس وغیرہ فتح کرکے ارادہ کیا کہ اناطولیہ پر بھی حملہ کرے کہ اتنے مین مصر کا ایک شخص امیر محمد بک ابوذہب کھڑا ہوگیا، اور علی بک کا سر کاٹ کر ۱۱۸۷ھ مین قسطنطنیہ بھیجدیا،

روس سے صلح کی بات چیت کی گئی، لیکن اس نے شرطین ایسی سخت لگائین کہ سلطان کسی طرح راضی نہ ہوسکا، ان فکرون کا سلطان پر ایسا اثر پڑا کہ ۱۱۸۱؁ھ مین انتقال کر گیا

(۲۸)

سلطان عبدالحمید اول

سلطان مصطفیٰ کے انتقال کے بعد اس کا بھائی عبدالحمید اول خلیفہ ہوا، یہ اگرچہ نیک مزاج اور پرہیزگار تھا، لیکن حکومت کے کامون سے بالکل ناواقف تھا، صدر اعظم خلیل پاشا اور خواجہ یوسف کی ہمت وتدبیر نے کچھ کام کیا، لیکن سلطنت پہلے ہی سے کمزور تھی، خلیفہ کی کمزوری اور بے سمجھی نے اسے اور کمزور کر دیا، مصر و ایران کے جھگڑے تو کسی نہ کسی طرح دبا دیئے گئے، لیکن روس کا زور نہ ٹوٹ سکا، اور کریمیا کی ریاست بھی ہاتھ سے جاتی رہی، آخر مجبوراً ان ہی شرطون پر صلح کرنی پڑی جو سلطان مصطفیٰ سوم کے زمانہ مین نامنظور کی جا چکی تھین، اس طرح کریمیا کے علاوہ گرجستان، چرکس اور قلعۂ ازاق روس کے قبضہ مین چلے گئے، ۱۲۰۳؁ھ مین سلطان حمید کا انتقال ہو گیا،

(۲۹)

سلطان سلیم ثالث

عبدالحمید اول کے بعد مصطفیٰ سوم کا لڑکا سلیم بادشاہ ہوا، اس وقت ملک عجب ابتری کی حالت مین تھا، فوج بے قابو تھی، ملک کے اندر بغاوتین ہو رہی تھین، باہر کی سلطنتین دانت لگائے ہوئے تھین، روس و آسٹریا تو پہلے ہی سے دشمن تھے، اب فرانس سے بھی لڑائی

شروع ہوگئی، آسٹریا اور روس سے تو خیر اونے پونے صلح ہوگئی، جس مین ترکون
کو تھوڑا بہت فائدہ ہوا یعنی آسٹریا سے بلغراد اور سرویہ واپس مل گیا، اور پہلی
حد باقی رہی، لیکن نپولین (فرانسیسی جنرل) سے کافی معرکے رہے، وہ تو کہو
انگریز اور روسی بھی فرانس کے دشمن تھے، اس لئے وہ بھی ترکون کے ساتھ شریک
ہوگئے، ورنہ بڑی مشکل ہوتی، ان لوگون کی مدد سے بڑا فائدہ پہنچا، اسی درمیان مین
خود فرانس نے آسٹریا سے شکست کھائی، اور سارے ملک مین گڑبڑ مچ گئی،
نپولین پہلے ہی پریشان تھا، یہ خبر جو سنی تو اور گھبرا گیا، اور راتون رات چھپ کر
فرانس چل دیا، وہان حکومت کا طریقہ بدل گیا، اور خاندانی وشخصی[1] حکومت کی جگہ
جمہوری حکومت قائم ہوگئی، اور نپولین اس کا صدر بنایا گیا، اب فرانس کی روش
بدل گئی، نپولین نے ترکی حکومت کو لکھا کہ روس اور انگریز ترکون کے دشمن
ہین، روس یونان پر قبضہ کرچکا ہے، اور انگریز مصر کی فکر مین ہین، ترکون کو
چاہیئے کہ پہلے کی طرح فرانس سے دوستی رکھین، اسی مین ان کا فائدہ ہے، ترکون کی بھی
یہی رائے تھی، لہذا معاملہ طے ہوگیا، اور ایک نیا عہدنامہ لکھ دیا گیا، جس مین فرانس نے
مصر اور یونان پر ترکی حکومت مان لی، اور ترکون نے اپنی سلطنت مین پہلے کی
طرح فرانس کو تجارت کا حق دیدیا،

سلطان سلیم بڑا سمجھدار بادشاہ تھا، اس نے دیکھا کہ جب تک فوج درست

---

[1] شخصی حکومت مین رعایا کو کوئی دخل نہین ہوتا ہے بلکہ سارا اختیار بادشاہ کو ہوتا ہے، جب وہ
مرجاتا ہے تو پھر اس کے خاندان کا کوئی آدمی گدی پر بیٹھ جاتا ہے، لیکن جمہوری حکومت مین رعایا
بادشاہ منتخب کرتی ہے، جو صدر کہلاتا ہے، اور رعایا کے منتخب کردہ ممبرون کی صلاح سے حکومت کرتا ہے،

نہ ہوگی، یون ہی حالت تباہ رہیگی، اس لئے اس طرف توجہ کی، جنگی مدرسے قائم کئے، ترکی زبان مین جنگ کے متعلق کتابین تیار کرائین، جنگی جہاز بنوائے، توپین ڈھالنے کے کارخانے قائم کئے، لیکن افسوس اسے زیادہ موقع نہ ملا، انکشاری فوج اور دوسرے امیرون نے اپنا اثر کم ہوتے دیکھا تو بغاوت کردی، پہلے نئے وزیرون کو قتل کرایا، پھر خود سلطنت کو تخت سے اتار دیا، (۱۲۲۲ھ)

(۳۰)

سلطان مصطفیٰ چہارم

سلطان سلیم کی جگہ سلطان عبدالحمید اول کے لڑکے مصطفیٰ کو تخت پر بٹھایا گیا، اس نے بادشاہ ہوتے ہی، سلطان سلیم کے زمانہ کی تمام اصلاحات (یعنی ساری اچھی اور عمدہ باتین اور مناسب قاعدے) واپس لے لین اور پھر وہی پرانی چال شروع ہوگئی، اس وقت روس سے جنگ ہو رہی تھی، خبر پہونچی تو انکشاری بہت خوش ہوئے، صدر اعظم حلمی پاشا نے افسوس کیا تو انھین بھی مار ڈالا، وہ تو کہو روس نپولین سے لڑ رہا تھا، ورنہ معلوم نہین ترکی پر کیسی تباہی آتی، لیکن روس نپولین سے ہار گیا، اور مجبوراً ترکون سے صلح کرنی پڑی، اس کے بعد روس نے چپکے سے نپولین سے طے کر لیا کہ دونون مل کر ترکی سے لڑین اور سارا ملک آپس مین بانٹ لین، ادھر ترکی کی حالت بالکل تباہ تھی، وہ تو اللہ نے خیر کی کہ سلطان سلیم کے زمانہ کے چار پانچ آدمی باقی رہ گئے تھے، وہ فوج لیکر قسطنطنیہ آئے کہ سلطان سلیم کو پھر بادشاہ بنادین، لیکن یہان پہونچے تو سلطان سلیم قتل ہو چکے تھے، مجبوراً سلطان عبدالحمید کے لڑکے محمود کو تخت پر بٹھایا (سنہ ۱۲۲۳ھ)

(۳۱)

سلطان محمود ثانی

محمود نے علمدار مصطفیٰ کو جس کی کوشش سے یہ سارا انقلاب ہوا تھا صدر اعظم بنایا اور سلطان سلیم کی فوجی اصلاحات پھر جاری کر دین، انکشاریہ نے پھر بغاوت کی، اور صدر اعظم علمدار مصطفیٰ کو قتل کر دیا، مجبوراً سلطان نے صلاحات واپس لے لین، روس نے پھر چڑھائی کی، اور زبردستی دوسرا معاہدہ لکھایا، جس کے بعد ٹرکی کا کافی علاقہ روس کے قبضہ مین چلا گیا، یہ حالت دیکھ کر یونان نے بھی ہاتھ پیر نکالے، اور انگلستان، روس اور فرانس کی مدد سے جنگ شروع کر دی، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بھی ترکون کے ہاتھ سے نکل گیا، الجزائر پر فرانس نے قبضہ کر لیا، سرویہ روس کی مدد سے آزاد ہو گیا، غرض کہ حالت روز بروز خراب ہونے لگی، اس عام تباہی کے زمانہ مین عرب سے ایک امید کی کرن پھوٹی، اور آس بندھی کہ اب پھر اسلام کا نور دنیا کے کونے کونے مین پھیل جائیگا، یاد ہوگا کہ عرب پہلے کچھ نہ تھے، لیکن اسلام کے اثر سے انہی عربون نے چند برس مین ساری دنیا کو ہلا ڈالا تھا، بعد کو عباسیون کے زمانہ مین ایسی صورتین پیش آئین کہ وہ دھیرے دھیرے حکومت سے الگ ہو گئے، اس کے بعد سے پھر وہ الگ ہی رہے، رفتہ رفتہ ان سے دینی اثر بھی کم ہونے لگا، اور وہ شرک و بدعت اور دوسری برائیون مین پھنس گئے، اس زمانہ مین وہان ایک بزرگ شیخ محمد بن عبد الوہاب پیدا ہوئے، انھین یہ حالت دیکھکر سخت رنج ہوا، انھون نے خیال کیا کہ اگر کسی طرح دینی رنگ پھر پیدا ہو جائے

تو یہی عرب ساری دنیا مین پھر اجالا پھیلا سکتے ہین، یہ سوچ کر انھون نے وعظ ونصیحت
شروع کی، چندہی دنون کی کوشش سے پھر عربون مین دینی حرارت اور مذہبی جوش پیدا
ہوگیا، اور وہ اللہ ورسول کے نام پر زندگیان قربان کرنے لگے، اور یہ تو تم جانتے ہی ہو
کہ اسلام مین ایسا اثر ہے کہ اس پر عمل کرتے ہی دین ودنیا مین ہر قسم کی ترقی کے دروازے کھل
جاتے ہین، چنانچہ اب بھی وہی ہوا، اور وہی جاہل ووحشی بدو ایسی ترقی کر گئے کہ انھون نے
نجد مین اپنی ایک اچھی خاصی حکومت قائم کر لی، اس کے بعد ساری دنیا کو اسی رنگ مین رنگنے
کے لئے آگے بڑھے، سب سے پہلے مکہ مدینہ کا ارادہ کیا، کیونکہ یہی مسلمانون کے مرکز تھے، اگر یہان
اصلاح ہو جائے تو پھر ساری دنیا درست ہو جائے، چنانچہ انھون نے حجاز پر قبضہ
کر لیا، اس کے بعد عراق وشام کی طرف بڑھے، اب سلطان کو کھٹکا ہوا کہ کہین یہ لوگ
ساری سلطنت پر قبضہ نہ کر لین، اس لئے عراق کے حاکم کو لکھا کہ ان کا مقابلہ کرین،
لیکن اس سے کچھ نہ ہوسکا تو عراق، شام اور جدہ کے حاکمون نے مل کر مقابلہ کرنا
چاہا، لیکن کامیابی نہ ہوسکی، اب سلطان محمود نے مصر کے صوبہ دار یعنی
محمد علی پاشا کو حکم بھیجا اور کہا کہ کامیابی کے بعد نجد کا علاقہ بھی اسی کی ماتحتی
مین دے دیا جائے گا، محمد علی پاشا نے بہتیرا زور لگایا، لیکن جب تک نجدیون
کا سردار سعود بن عبد العزیز زندہ رہا کچھ نہ ہوسکا، سعود کے مرنے پر بعض نجدی
سردارون کو روپیہ دے کر ملا لیا، اس طرح عربون کو شکست ہوئی، ان کا سردار
عبد اللہ بن سعود پکڑ کر قسطنطنیہ روانہ کیا گیا، جہان قتل کر دیا گیا، اس کے بعد محمد علی
پاشا کی ہمت بہت بڑھ گئی، مصر پر تو اس کا قبضہ تھا ہی اب شام کا بھی ارادہ کیا،
کئی لڑائیان ہوئین، آخر روس کی مدد سے کہین یہ قصہ ختم ہوا، لیکن محمد علی کو مصر اور اس کے

بیٹے ابراہیم شاہ کو جزیرہ کریٹ کا حاکم ماننا ہی پڑا،

انکشاری فوج کے متعلق تو کئی جگہ پڑھ چکے ہو کہ کیسے شریر اور سرکش تھے وہ اصلاحات کے سخت مخالف تھے، کیونکہ اس میں ان کا نقصان تھا، سلطان سلیم کو اسی وجہ سے تخت سے اتارا، سلطان محمود کے وزیر اعظم علمدار مصطفےٰ کو اسی لئے قتل کیا، مجبوراً سلطان محمود کچھ دن کے لئے رُک گیا تھا، لیکن آخر اصلاحات تو ضروری ہی تھیں، سلطان نے پھر ارادہ کیا کہ انھیں جاری کرے، لیکن انکشاریہ نے پھر مخالفت کی، وزیروں امیروں کا کیا ذکر ہے، خود شاہی محل لوٹ لیا، سلطان کے قتل میں کوئی کسر نہ رہ گئی تھی، لیکن عین وقت پر ایک تدبیر سمجھ میں آگئی، یاد ہو گا کہ جب ترکوں کو خلافت ملی تھی تو اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر، تلوار اور علم بھی ملا تھا، اس موقع پر جب سلطان محمود بالکل گھر گیا تو حضور کے اسی علم (جھنڈا) کو نکالا، اسے دیکھ کر لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے، سلطان نے ان کی مدد سے انکشاری فوج کو قتل کرا دیا، پھر تمام صوبوں میں ان کی علیحدگی کا حکم بھیجدیا، اس طرح اس سرکش اور بے قابو فوج سے چھٹی ملی،

۱۲۵۵ھ میں سلطان محمود نے وفات پائی، ترکی ٹوپی اسی کے زمانہ سے نکلی،

(۳۲)

سلطان عبد المجید اوّل

سلطان محمود کے بعد اس کا بیٹا عبد المجید بادشاہ ہوا، روس سے تو برابر لڑائی رہا ہی کرتی تھی، اس کے زمانہ میں بھی ایک جنگ ہوئی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں صلح

ہوگئی، جس میں اناطولیہ کا روسی قلعہ قرص ترکوں کو دیا گیا، اور ترکی مقام اسیاسٹوپول روس کو ملا، حاکم مصر محمد علی پاشا کے متعلق اوپر پڑھ چکے ہو، سلطان عبد المجید کے زمانہ میں پھر مقابلہ ہوا، آخر مصر کی حکومت ہمیشہ کے لئے محمد علی اور اس کی اولاد کو دیدی گئی،

۱۲۷۷ھ میں سلطان نے وفات پائی

(۳۳)

سلطان عبد العزیز

عبد المجید کے بعد اس کا بھائی عبد العزیز تخت پر بیٹھا، اس کے وقت میں عالی پاشا صدر اعظم تھے، اُنھوں نے بہت اچھا انتظام کیا، فوج درست کی، بیڑہ کو ایسی ترقی دی کہ دنیا میں دوسرے نمبر پر سمجھا جانے لگا، لیکن ان کے مرتے ہی پھر وہی خرابیاں شروع ہوگئیں، کچھ دن لوگوں نے صبر کیا، لیکن جب سلطان کی غفلت کا وہی حال رہا، تو امرا نے آپس میں صلاح کرکے اسے تخت سے اتار کر قید کردیا، جہاں اُس نے خودکشی کرلی،

(۳۴) سلطان مراد پنجم (۳۵) سلطان عبد الحمید الثانی

سلطان عبد العزیز کے بعد ۱۲۹۳ھ میں سلطان عبد الحمید اول کا لڑکا مراد تخت پر بٹھایا گیا، لیکن ایک ہی ہفتہ کے بعد دماغ خراب ہوگیا، تین مہینے تک علاج ہوتا رہا، لیکن جب حالت اچھی نہ ہوئی تو مجبوراً اس کے دوسرے بھائی کو عبد الحمید دوم کے نام سے تخت پر بٹھایا گیا،

یہ زمانہ بڑا ہی سخت تھا، سلطنت کی ساکھ گر چکی تھی، چاروں طرف دشمنوں کا زور

تھا، خود ملک کے اندر گڑبڑ مچی ہوئی تھی، اس موقع پر نوجوان ترکوں نے مدحت پاشا، انور بے اور شوکت پاشا کی رہنمائی میں دستوری حکومت[۱] پر زور دینا شروع کیا، آخر سلطان نے مجبور ہو کر اسے منظور کر لیا، لیکن اس کے بعد بھی یورپ کا رویہ وہی رہا، روس تو ہمیشہ سے دشمن تھا، اب کی پھر اس نے چڑھائی کی، اور روسی فوجیں پلونا تک آ گئیں، لیکن غازی عثمان پاشا نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، روس کو شکست ہونے ہی والی تھی کہ ایک لاکھ فوج اور آ گئی، غازی عثمان پاشا کے پیر میں گولی لگی، اور گرفتار ہوئے، زار (روس) کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے کہا کہ اگر تمہاری تلوار روس کے خلاف پھر کبھی نہ اٹھے تو تم چھوڑ دیے جاؤ، شیر پلونا (غازی عثمان پاشا) نے جواب دیا کہ اگر سلطان کا حکم ہوگا تو ایک بار نہیں ہزاروں بار یہی تلوار آپ کے خلاف اٹھے گی، زار پر اس کا بہت اثر ہوا، اور اس نے انھیں یوں ہی چھوڑ دیا، بہر حال جوں توں لڑائی ختم ہوئی لیکن اس جنگ میں ترکوں کو بڑا نقصان پہنچا اور کافی ملک ان کے ہاتھ سے نکل گیا،

روس کے علاوہ قبرص پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا، اور مصر کو اپنی نگرانی میں لے لیا، بیچارے اعرابی پاشا نے بڑا زور لگایا، لیکن کچھ نہ ہو سکا، سوڈان کیلئے مہدی سوڈانی نے جان توڑ کوشش کی، پہلے انگریزوں کو شکست بھی ہوئی، لیکن آخر میں لارڈ کچنر نے قبضہ کر ہی لیا، بیچارے مہدی کی قبر اکھڑوا لی گئی، اور ہڈیاں تک نکال کر پھینک دی گئیں، ٹیونس پر فرانس نے قبضہ کر لیا،

ملک کی یہ حالت دیکھ کر ۱۳۲۸ھ میں لوگوں نے سلطان عبدالحمید کو تخت سے اتار دیا،

---

[۱] اس میں بھی جمہوری حکومت کی طرح عام رعایا کے مشورہ سے حکومت ہوتی ہے، صرف بادشاہ نام کا ہوتا ہے، انگلستان میں بھی یہی طریقہ ہے، اسی کو پارلیمنٹری حکومت کہتے ہیں،

(۳۶)

سلطان محمد پنجم

سلطان عبدالحمید کے بعد ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۰۹ء مین اس کے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا گیا، اس وقت نہ فوج کی حالت درست تھی نہ ملک کا انتظام ٹھیک تھا، نہ خزانہ مین کچھ باقی تھا، اس کمزوری کی وجہ سے اٹلی نے طرابلس پر قبضہ کرلیا، ابھی یہ قصہ ختم نہ ہوا تھا، کہ بلقان کی لڑائی چھڑ گئی، اور کوشش ہونے لگی کہ ترکون کو یورپ سے نکال دیا جائے اس وقت مسلمانون مین بڑا جوش پیدا ہوگیا، ہمارے ہندوستان مین بھی پہلے طرابلس اور پھر بلقان کے معاملہ مین بڑا زور اور کافی ہلچل رہی، مولنا شبلیؒ نے ایک بڑی زوردار نظم لکھی، مولنا محمد علی اور مولنا ابوالکلام نے اپنی پرجوش تحریرون اور دل ہلا دینے والی تقریرون سے سارے ہندوستان مین آگ لگادی، لاکھون روپیے کی امداد کے علاوہ زخمیون کی دیکھ بھال اور دوادن کے علاوہ اور مرہم پٹی کے لئے ڈاکٹر انصاری کے ساتھ کئی آدمی روانہ ہوئے، جنھون نے بڑی محنت سے مریضون اور زخمیون کی خدمت کی،

جنگ جرمنی یا جنگ عظیم

بلقان کی لڑائی ختم ہی ہوئی تھی کہ ۱۳۳۲ھ مطابق اگست ۱۹۱۴ء مین جنگ جرمنی شروع ہوگئی، اس وقت حالات کچھ ایسے تھے، کہ ۱۳۳۲ھ مین اپنی مرضی کے خلاف اس لڑائی مین شریک ہونا پڑا، جنگ ہو ہی رہی تھی کہ ۱۳۳۶ھ مین سلطان محمد پنجم نے وفات پائی،

(۳۷)

سلطان عبدالوحید

محمد پنجم کے بعد سلطان عبدالوحید تخت پر بیٹھا ۱۰ اگست ۱۹۱۸ء (۱۳۳۶ھ) کو جرمنی اور اس کے ساتھیون کو شکست ہوئی، ترک بھی جرمنی کے ساتھ تھے، اس لئے اُن پر بھی اس کا اثر پڑا، اور اکثر کیا ساری سلطنت ہی ختم کردی گئی، اتحادی یعنی انگریزون اور انکے ساتھیون نے ساری سلطنت آپس مین بانٹ لی، حجاز، عراق اور فلسطین انگریزون نے لے لیا، شام، فرانس کے قبضہ مین آیا، ایشیائے کوچک یونان کو ملا اور قسطنطنیہ اور آبنائے سب کی ملکیت قرار پائے، صرف نام کے لئے ترکون کو باقی رکھا،

بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ترک ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا، نوجوان ترک مصطفیٰ کمال پاشا، رؤف بے، ڈاکٹر عدنان وغیرہ کسی طرح بچکر نکل آئے، اور تھوڑی بہت فوج جمع کرکے جنگ شروع کردی، خلیفہ عبدالوحید سے اتحادیون نے حکم لکھوایا کہ مصطفیٰ کمال وغیرہ باغی ہین اور قتل کے مستحق ہین، ان لوگون نے جو یہ حالت دیکھی تو اعلان کردیا کہ ہم نہ عبدالوحید کو خلیفہ مانتے ہین، نہ اس کی حکومت صحیح حکومت ہے، اس کے بعد لڑائی جاری رہی، آخر خدا کے فضل سے ان لوگون کو کامیابی ہوئی، یونان نے شکست کھائی، اور سارا ایشیائے کوچک پھر ترکون کے قبضہ مین آگیا، ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو قسطنطنیہ پر بھی قبضہ ہوگیا، سلطان عبدالوحید بھاگ کر انگریزون کی پناہ مین مالٹا چلا گیا،

(۳۸)

سلطان عبدالمجید دوم

عبدالوحید کے بعد سلطان عبدالمجید کو خلیفہ بنایا گیا، لیکن سلطنت کے سارے اختیارات مصطفیٰ کمال کو دیئے گئے، حکومت دستوری کے بجائے جمہوری ہوگئی اور مصطفیٰ کمال اس کے صدر قرار پائے،

مصطفیٰ کمال

مصر کے عباسی خلفاء کے متعلق پڑھ چکے ہو کہ تھے تو وہ خلیفہ اور مرتبہ میں بادشاہ سے بڑے، لیکن اختیارات بالکل نہ تھے، یہی حال سلطان عبدالمجید کا تھا کہ بنا تو دیئے گئے خلیفہ لیکن سارے انتظامی اختیارات مصطفیٰ کمال کے ہاتھ میں رہتے، کچھ دن کسی طرح یہ شکل چلتی رہی، لیکن چند مہینوں کے بعد یہ عہدہ فضول اور تکلیف دہ سمجھ کر توڑ دیا گیا اور خلیفہ کی دینی حیثیت بھی ختم ہوگئی، سلطان عبدالمجید ملک سے نکال دیئے گئے، اور یورپ جاکر سوئزرلینڈ میں رہنے لگے، ریاست حیدرآباد اور بھوپال کی طرف سے کچھ رقم مقرر ہوگئی، جس سے اُن کا گذر ہوتا ہے، ۱۳۵۱ھ میں نظام حیدرآباد کے صاحبزادے شاہزادہ اعظم اور شاہزادہ معظم یورپ گئے، سلطان عبدالمجید کی صاحبزادی درشاہوار اور عزیزہ نیلوفر سے ان کی شادی ہوگئی، اور یہ شاہزادیاں

رخصت ہوکر ہندوستان آگئین، اور آج کل حیدر آباد کے شاہی محل مین تشریف رکھتی ہین،

مصطفیٰ کمال مستقل طور سے جمہوریۂ ترکیہ کے صدر مقرر ہو گئے، اور آج تک اپنے عہدہ پر قائم ہین،

آٹھوان باب

ہندوستان

اب تک تمہاری بادشاہی کے جو مسلسل واقعے ہم تمکو سناتے رہے، اس مین خود تمہارے ملک ہندوستان کا حال گویا نہین آیا، خیال یہ تھا کہ دوسرے ملکون کا حال سنا لینے کے بعد ایک دفعہ جی بھر کے تمکو تمہارے ملک کا حال سنائین گے،

ہندوستان اور ملک عرب کے بیچ مین صرف ایک سمندر رہے، جس کو ہند اور عرب کا سمندر کہتے ہین، اسی سمندر کے راستہ سے دونون ملکون مین بہت زمانہ سے تجارتی آمد و رفت لگی رہتی تھی، پھر جب مسلمانون نے عراق اور فارس کا ملک حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ایران والون سے لے لیا، تو ہندوستان کے صوبہ سندھ اور ایران کے صوبہ سیستان کے ڈانڈے بالکل مل گئے، مسلمانون کی سلطنت سے مجرم بھاگ کر سندھ آجاتے اور حکومت کو دق کرتے، اور سندھ کا راجہ ان کی روک تھام نہین کرتا تھا، سندھ اور کاٹھیاوار مین دریائی ڈاکو رہتے تھے، جو مسلمانون کے جہازون پر ڈاکے ڈالتے تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بحرین کے ایک والی نے گجرات اور کاٹھیاوار پر دریا کے راستہ سے حملے کیے، حضرت علیؓ کے زمانہ مین سیستان کی طرف سے کچھ مسلمانون نے پیش قدمی

کی، بنو امیہ کی حکومت جب ہوئی اور عراق، ایران اور ترکستان کا نائب (وائسرائے) قبیلہ ثقیف کا ایک مشہور والی اور سپہ سالار حجاج بن یوسف جس کو عام طور پر حجاج ثقفی کہتے ہین مقرر ہوا، اس کے زمانہ مین سندھ کے ڈاکوؤن نے مسلمانون کے ایک جہاز پر ڈاکہ ڈالا، اور مسلمان عورتون کو پکڑ لے گئے، اس پر حجاج نے خشکی اور تری دونون طرف سے سندھ پر حملہ کیا، اس حملے کا افسر اس نے اپنے ایک بھتیجے محمد بن قاسم کو جو ایرن مین رہتا تھا، بنایا، محمد بن قاسم اس وقت اٹھارہ برس کا نوجوان تھا، مگر وہ جرأت، بہادری اور عقل و دانائی مین بڑون کا مقابلہ کرتا تھا، محمد نے سیستان کی راہ سے آکر سندھ پر حملہ کیا اور عراق سے مسلمانون کی دوسری فوج دریا کے راستہ سے آکر دوسری طرف سے سندھ پر حملہ آور ہوئی، مسلمانون اور سندھ کے راجہ مین کئی لڑائیان ہوئین، آخر مسلمانون نے سندھ اور ملتان کا ملک راجہ سے لے لیا، اور یہان خود حکومت کرنے لگے،

یہ واقعہ سنہ ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء مین ولید بن عبد الملک کی خلافت کے زمانہ مین گذرا، اور اس وقت سے لے کر معتصم عباسی کی خلافت کے زمانہ تک خلیفہ کی طرف سے کوئی حاکم آکر یہان حکومت کرتا تھا، معتصم کے بعد جب بغداد مین مسلمانون کی سلطنت کمزور ہو چلی، تو سندھ اور ملتان کے مسلمان حاکمون نے اپنی خود مختار ریاستین یہان قائم کر لین جو سنہ ۴۰۰ھ تک کسی نہ کسی طرح چلتی رہین،

چوتھی صدی کے آخر مین افغانستان کے شہر غزنہ مین جب ایک مسلمان ترک غلام سبکتگین نے اپنی سلطنت قائم کی تو پنجاب کے راجہ سے اس کی سرحدی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی جو رفتہ رفتہ بڑھتی گئی، سبکتگین کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمود غزنوی تخت پر بیٹھا، تو اس نے ملتان اور سندھ کے مسلمان حاکمون سے لڑ کر ان صوبون پر خود قبضہ کر لیا،

پنجاب کے راجہ سے جس نے اس کو ملتان جانے کا راستہ نہین دیا تھا، لڑا اور لڑکر پنجاب کو اپنی حکومت مین شامل کرلیا، پھر کاٹھیاواڑ مین سومناتھ نام ایک شہر ہے جو سمندر کے کنارہ تھا، اور جہان ہندوؤن کا ایک مشہور مندر تھا، بڑی بہادری سے ریگستان کو عبور کرکے چڑھائی کی اور بت کو توڑ ڈالا، اور اس صوبہ کی حکومت کو وہان کے اصلی ہندو راجہ کے سپرد کرکے واپس چلا آیا،

سلطان محمود نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے، اور ہر حملہ مین اس نے کوئی نہ کوئی شہر فتح کیا، لیکن اس نے اپنی سلطنت سندھ، ملتان اور پنجاب تک محدود رکھی، اور اس کا صدر مقام شہر لاہور کو بنایا، محمود ۴۲۱ھ مین غزنی مین مرگیا، اس کے بعد اس کے بیٹے سلطان مسعود نے پھر ایک کے بعد ایک کرکے غزنین کے کئی بادشاہون نے اس ملک پر حکومت کی، وہ اکثر غزنین مین اور کبھی کبھی لاہور مین رہتے تھے،

غزنوی بادشاہ

۱۔ سبکتگین، ۳۶۶ھ سے ۳۸۷ھ تک،

۲۔ سلطان محمود، ۳۸۷ھ سے ۴۲۱ھ تک،

۳۔ سلطان مسعود، ۴۲۱ھ سے ۴۳۲ھ تک،

۴۔ سلطان مودود، ۴۳۲ھ سے ۴۴۱ھ تک،

۵۔ سلطان علی بن مسعود، ۴۴۱ھ سے ۴۴۳ھ تک،

۶۔ سلطان فرخ زاد ســـ سے ۴۵۰ھ تک،

۷۔ سلطان ابراہیم، ۴۵۰ھ سے ۴۹۲ھ تک،

۸۔ سلطان مسعود ثانی، ۴۹۲ھ سے ۵۰۸ھ تک،

۹۔ ارسلان شاہ، ۵۰۹ھ سے ۵۱۲ھ تک،

۱۰۔ بہرام شاہ، ۵۱۲ھ سے ۵۴۰ھ تک،

۱۱۔ خسرو شاہ، ۵۴۰ھ سے ۵۵۵ھ تک،

۱۲۔ خسرو ملک، ۵۵۵ھ سے ۵۸۲ھ تک،

۵۸۲ھ مین یہ سلطنت ختم ہو گئی، واقعہ یہ ہوا کہ غزنین سے کچھ دور غور کا پہاڑی ملک تھا، یہان کے لوگون نے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا، آخر بہرام شاہ کے زمانہ مین غور کے امیرون کی طاقت بہت بڑھ گئی، اور غزنویون کو غزنین سے بھاگ کر لاہور آجانا پڑا، چنانچہ آخر کے غزنوی بادشاہون نے یہین حکومت کی، غوریون نے پہلے غزنین پر قبضہ کیا، پھر ہندوستان پر حملہ کر کے ان سے ہندوستان کی حکومت بھی چھین لی، اور ۵۸۲ھ مین خسرو ملک سے لاہور بے لڑے بھڑے لیکر ہندوستان کو اپنے ماتحت کر لیا،

اب غزنوی کے بعد غوری خاندان شروع ہوا، سلطان شہاب الدین نے ہندوستان پر چڑھائی کی، (۵۸۸ھ ۱۱۹۳ء) دہلی، اجمیر اور قنوج کے راجون کو شکست ہوئی، اور گنگا کے کنارے سے پشاور تک اسلامی حکومت قائم ہو گئی، شہاب الدین خود تو ہندوستان مین نہ رہا لیکن اپنے غلام قطب الدین کو یہان نائب مقرر کر تا گیا، یہی قطب الدین ہے جس سے ہندوستان مین ایسی اسلامی حکومت کی ابتدا ہوئی، جو سات سو برس تک قائم رہی، قطب الدین خود غلام تھا، اس کے بعد کے بادشاہ بھی ایسے ہی تھے، اس لئے تاریخ مین یہ خاندان غلام خاندان کے نام سے مشہور رہے، اس مین ویسے تو چھوٹے بڑے سب ملا کر دس بادشاہ ہوئے، لیکن قطب الدین کے علاوہ التمش، ناصر الدین محمود اور غیاث الدین بلبن تین بہت مشہور ہوئے ہین، سلطنت قطب الدین کے زمانہ ہی مین پورب کی طرف

بنگال، اور دکھن کی طرف سندھ و مالوہ تک پہنچ گئی تھی، بعد کو شمس الدین التمش، ناصر الدین محمود، اور غیاث الدین بلبن کے زمانہ مین اور عروج ہوا، اور ہندوستان کے سارے اچھے اچھے علاقے مسلمانون کے قبضہ مین آ گئے،

بلبن کے بعد کوئی ویسا سمجھ اور ہمت والا اس خاندان مین نہ نکلا، کیقباد تخت پر بٹھایا گیا، لیکن اس نے ایسی رنگ رلیان منائین کہ تین ہی برس کے بعد خلجی خاندان کے ایک امیر جلال الدین نے سلطنت پر قبضہ کر لیا، (۶۹۷ھ / ۱۲۹۰ء) جلال الدین کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدین خلجی بادشاہ ہوا، اور بیس برس تک بڑے رعب و داب سے حکومت کی، اس کے زمانہ مین سارے ہندوستان پر مسلمانون کی دھاک بیٹھ گئی، اسلامی فوجون نے بندھیاچل سے اتر کر دکن پر حملہ کیا، اور راجون مہاراجون کو شکست دیتے ہوئے راس کماری تک پہنچ گئین،

علاء الدین اگرچہ مزاج کا سخت تھا، لیکن انتظام کا بڑا پکا تھا، سارے ملک مین امن تھا، اور ہر طرف خوش حالی پھیلی ہوئی تھی، اس کے بعد پھر خلجیون مین کوئی ایسا زور دار بادشاہ نہ ہوا، بلکہ غضب یہ ہوا کہ خسرو نامی ایک نام کا مسلمان غلام سلطنت کا مالک ہو گیا، اس نے وہ وہ ظلم کئے کہ خدا کی پناہ مسجدین اور قرآن مجید تک بے حرمتی سے نہ بچ سکے، اس حالت کو سن کر مسلمان بلبلا اٹھے، پنجاب کے صوبہ دار غازی ملک نے دلی پر چڑھائی کی، خسرو مارا گیا، اور لوگون نے غازی ملک کو غیاث الدین تغلق کے نام سے بادشاہ بنا دیا، (۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء) اس کی ذات سے بڑی بڑی امیدین تھین، لیکن افسوس قضا نے مہلت نہ دی، اور پانچوین برس انتقال ہو گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا محمد تغلق تخت پر بیٹھا، یہ بڑا بہادر، نہایت عقلمند اور بہت ہی سمجھ دار تھا، اس نے دیکھا کہ باہر سے برابر حملے ہوتے رہتے ہین، اس لئے کوشش کی کہ سرحدین

مضبوط ہو جائین، اس خیال سے اس نے تبت چین اور خراسان کی فتح کا ارادہ کیا، اور فوجین روانہ کر دین، لیکن حالات کچھ ایسے پیش آئے، کہ یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا، ملک کے اندر بھی سلطنت بہت بڑھ گئی تھی، اب دہلی مین رہکر سارے صوبون کی نگرانی اور ضرورت کے وقت فوجون کی روانگی سخت دشوار تھی، اس لئے محمد تغلق نے بیچ سلطنت مین دولت آباد کو پایہ تخت بنانا چاہا، سب سامان یہان آگیا تھا، کہ اکبارگی مغلون کے حملے کی خبر ملی، مجبوراً اسے یون ہی چھوڑ دینا پڑا،

محمد تغلق نے کچھ دنون کے لئے تانبہ کا سکہ بھی چلایا، لیکن رعایا کو پسند نہ آیا، تو واپس لے لیا، اور اس کے بدلہ سونے کے سکے دیدیئے، ان باتون کی وجہ سے لوگ اسے دیوانہ کہتے ہین، لیکن سوچو تو اس مین دیوانگی کی کیا بات ہے، سرحد کی حفاظت اور بیچ مین دارالسلطنت بنانے کو کون برا کہہ سکتا ہے، اس وقت آخر کاغذ کے نوٹ چلتے ہی ہین، پھر محمد تغلق بیچارے نے تانبے کے سکے چلا کر کیا گناہ کیا تھا، ۷۵۲ھ ۱۳۵۱ء مین محمد تغلق کا انتقال ہو گیا اور اس کا چچا زاد بھائی فیروز تغلق تخت پر بیٹھا، یہ بڑا نیک اور دین دار تھا، اس نے اپنے زمانہ مین ملک آباد و خوش حال کر دیا، چالیس برس کی حکومت کے بعد فیروز کا انتقال ہو گیا، اس کی وفات کے بعد پھر وہی گڑبڑ شروع ہو گئی، ابھی یہ مصیبت ختم نہ ہوئی تھی کہ تیمور آپہنچا، جب بادشاہ ہی مین کچھ سکت نہ تھی تو رعایا کیا کرتی، نتیجہ یہ ہوا کہ تیمور دہلی پہنچ گیا، اور سارے شہر مین لوٹ مار شروع ہو گئی، تیمور تو کچھ دن کے بعد چلا گیا، لیکن یہان وہی گڑبڑ رہی، آخر پنجاب کے صوبہ دار سید خضر خان نے تخت پر قبضہ کر لیا، لیکن دہلی کے آگے ان لوگون کا اثر کہین نہ تھا، تمام صوبہ دار اپنی اپنی جگہ مالک بن گئے تھے، کچھ دن تک کسی نہ کسی طرح دہلی کے

آس پاس ان لوگون کی حکومت رہی، آخر ۱۴۵۱ء مین بہلول لودھی نے یہان بھی قبضہ کرلیا، بہلول اور اس کا بیٹا سکندر دونون بڑے لائق تھے، انھون نے اپنی ہمت وتدبیر سے سلطنت کو آگے بڑھایا، اور بہار تک اپنی حکومت قائم کرلی، اگر سکندر کے بعد ایک اور ویسا ہی بادشاہ ہوجاتا تو سلطنت کی جڑین مضبوط ہوجاتین، لیکن اس کے بیٹے ابراہیم لودھی مین ایسی صلاحیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ مغل بادشاہ بابر کابل سے چل کر ہندوستان آیا، پانی پت کے میدان مین دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، اگرچہ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی، لیکن بابر اس ڈھنگ سے لڑا کہ صرف بارہ ہزار سوارون سے اتنی بڑی فوج کے پیر اکھاڑ دیئے، ابراہیم میدان مین مارا گیا، اور مغلون کا ہندوستان پر قبضہ ہوگیا، جو تین سو برس تک یہان حکومت کرتے رہے، (۱۵۲۶ء)

بابر کے بعد ہمایون تخت پر بیٹھا، لیکن کچھ ہی دن بعد شیرشاہ سوری کے مقابلہ مین شکست کھائی، اور ایران کی طرف بھاگنا پڑا،

شیرشاہ کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور عقل ایسی دی تھی کہ پانچ ہی برس مین سارے ملک کی کایا پلٹ گئی، لیکن اس کے بعد پھر اس کے خاندان مین ایسے آدمی نہ ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی برس بعد ہمایون نے پھر ہندوستان کو فتح کرلیا، لیکن اتنے ہی دنون کی گڑبڑ مین جگہ جگہ ریاستین قائم ہوگئین، ہمایون کوشش کررہا تھا، لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا، ایک دن مغرب کی اذان سن کر کتب خانہ سے اتر رہا تھا، جلدی مین پیر پھسلا تو نیچے آگیا، اور اس صدمہ سے انتقال کرگیا، اکبر ابھی تیرہ برس کا لڑکا تھا، لیکن بیرم خان کی اتالیقی مین تخت پر بٹھایا گیا، شروع مین بیرم خان نے اور جوان ہوکر خود اکبر نے سلطنت کا کام اس خوبی سے چلایا، کہ تقریباً سارا ہندوستان مغلون کے قبضہ مین آگیا،

اکبر کے بعد جہانگیر، شاہجہان اور عالمگیر تین اور بڑے زبردست بادشاہ ہوئے، ان لوگوں کی ہمت وتدبیر اور مستعدی وبہادری سے سارے ہندوستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، اور اتر، دکھن، پورب، پچھم ہر طرف انہی کا جھنڈا اُڑنے لگا، ویسے تو یہ سب ہی اچھے تھے، لیکن عالمگیر سب سے زیادہ دیندار اور مذہب کا پابند تھا، اگر کہیں اس کے بعد دو ایک اور ایسے ہی دیندار اور ہمت والے بادشاہ پیدا ہو جاتے تو ہندوستان میں اسلامی حکومت کی جڑیں ہمیشہ کے لئے مضبوط ہو جاتیں، لیکن افسوس کہ اس کے جانشین بڑے کمزور اور بودے نکلے، ۱۷۰۷ء میں عالمگیر کی وفات ہوئی، اس کے بعد اس کا بیٹا معظم بہادر شاہ اول کے نام سے بادشاہ ہوا، اگرچہ اس میں عالمگیر کی سی شان نہ تھی، لیکن اتنا ڈھنگ تھا کہ پانچ برس تک سلطنت کو تھامے رہا، ۱۷۱۲ء میں اسکا بھی انتقال ہو گیا، اور سلطنت کی چولیں ڈھیلی ہونے لگیں، اب بادشاہت کا ہے کو تھی بچوں کا کھیل تھا، امیروں وزیروں نے جسے چاہا تخت پر بٹھا دیا، اور جسے چاہا پکڑ کر قتل کر دیا، جب خاص مرکز کا یہ حال ہو تو آگے ملک میں جو نہ ہو جائے، وہ تھوڑا ہے جگہ جگہ جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے، اور جس کا جہاں جی چاہا بادشاہ بن بیٹھا، یہی مصیبت کیا کم تھی، کہ ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ کا حملہ ہوا جس نے مغلوں کی رہی سہی ساکھ بھی ختم کر دی، نادر شاہ تو لوٹ مار کر لوٹ گیا، لیکن ہندوستان کی حالت نہ درست ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں ہڑبونگ مچ گئی، مرہٹوں، راجپوتوں، جاٹوں اور سکھوں نے دھم مچادی، بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب مسلمانوں کا یہاں سے چل چلاؤ ہے، اور عنقریب بادشاہت پر مرہٹوں کا قبضہ ہو جانے والا ہے، لیکن اللہ بھلا کرے، احمد شاہ ابدالی کا جس نے ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں ان لوگوں کو شکست

دیکر ہمیشہ کے لئے ان کا زور توڑ دیا، احمد شاہ چاہتا تو ہندوستان مین اپنی حکومت جما لیتا لیکن
اس نے ایسا نہین کیا، بلکہ سلطنت شاہ عالم کے سپرد کر کے خود واپس چلا گیا،
دشمنون کا زور بالکل ٹوٹ چکا تھا، اس وقت پورا موقع تھا کہ سلطنت کو پھر سے مضبوط
کر لیا جائے، لیکن اب ہندوستان کے مسلمانون مین زندگی کی روح ختم ہو چکی تھی، اس لئے یہ
موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہا، اور وہی افراتفری باقی رہی، ادھر انگریزون کا اثر بڑھ رہا تھا، یہ
لوگ پہلے تو صرف تجارت کی غرض سے آئے تھے، لیکن بعد کو آہستہ آہستہ سلطنت مین دخل
دینا شروع کیا، پہلے تو نواب سراج الدولہ کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کیا، (۱۷۵۷ء) پھر بادشاہ
دہلی شاہ عالم سے بکسر کے مقام پر مقابلہ ہوا، (۱۷۶۴ء) اس لڑائی مین بھی انگریزون کی جیت
ہوئی، اور دہلی سے لیکر بنگال تک ان کا قبضہ ہو گیا، شاہ عالم کے لئے چھبیس ۲۶ لاکھ سالانہ
پنشن مقرر ہو گئی، جو بعد مین ان کی اولاد کو بھی ملتی رہی، کوئی سو برس تک یہ شکل یون ہی چلتی
رہی، اور انگریزون کے سہارے دہلی مین نام کی بادشاہت قائم رہی، اتنے عرصہ مین ہندوستان
کے دوسرے رئیسون اور نوابون سے مقابلے رہے، جن مین انگریزون کو فتح ہوئی آخر ۱۸۵۷ء
مین وہ نام کی بادشاہت بھی ختم ہو گئی، آخری مغل بادشاہ ابو ظفر بہادر شاہ دہلی کے لال قلعہ
سے نکال کر رنگون مین قید کر دیئے گئے، اور اسلامی حکومت کی جگہ بالکل انگریزی راج قائم
ہو گیا، اب صرف حیدرآباد، بھوپال، رام پور، بہاول پور، چترال، جوناگڈھ اور خیرپور وغیرہ
مین انگریزون کے ماتحت چند اسلامی ریاستین باقی ہین جہان مسلمان حاکم انگریزون کی نگرانی
مین کام کرتے ہین،

نواں باب ۹

خاتمہ

(۱)

موجودہ حالت

عزیزو! پچھلے صفحون مین تم اپنی بادشاہت کے ساڑھے تیرہ سو برس کے واقعے یکے بادیگرے پڑھ چکے ہو، یہ تمھارے بزرگون کے قصّے تھے، اب کچھ اپنا اور اپنے زمانہ کا حال بھی سنو، اس زمانہ مین گو تمھاری کوئی بڑی سلطنت موجود نہین مگر پھر بھی تمھاری کئی خود مختار اور کچھ باجگذار سلطنتین اور ریاستین دنیا مین موجود ہین، ان مین سب سے بڑی خود مختار سلطنت ترکی کی ہے، اب یہان شخصی بادشاہی کے بجائے جمہوری حکومت ہے؛ مصطفےٰ کمال پاشا اس کے صدر ہین، ایشیائے کوچک کا ملک اس حکومت کا رقبہ ہے، اور شہر انگورہ اس کا پایۂ تخت ہے، ڈیڑھ کرور کے قریب آبادی ہے،

ہماری دوسری آزاد سلطنت ایران ہے، جہان رضا شاہ پہلوی بادشاہ ہے، ملک کا انتظام دستوری ہے، ایک کرور کی آبادی ہوگی، طہران اس کا پایۂ تخت ہے، رفتہ رفتہ زمانہ کے مطابق اسکو ترقی ہو رہی ہے

ہماری تیسری خود مختار سلطنت افغانستان ہے، اس کا صدر مقام کابل ہے، یہاں ایک کروڑ مسلمان بستے ہیں، ان کی بہادری اور جنگ جوئی کے قصے تم نے بہت سے ہونگے ظاہر شاہ بادشاہ ہیں،

ہماری چوتھی آزاد سلطنت نجد و حجاز کی عربی سعودی حکومت ہے، جو اس وقت ہمارے مقدس شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا بھی انتظام کرتی ہے، اس کی آبادی پچاس لاکھ کے قریب ہو گی، اس کا پایہ تخت حجاز میں مکہ معظمہ اور نجد میں شہر ریاض ہے،

ہماری پانچویں آزاد سلطنت یمن کی ہے، یہاں زیدی مسلمانوں کا امام جس کا نام یحیٰی ہے، بادشاہی کرتا ہے، شہر صنعا، اس کا پایہ تخت ہے، ایک کروڑ کی آبادی ہو گی،

ہماری چھٹی آزاد حکومت البانیا ہے، جہاں کے بادشاہ کا نام احمد زوغو ہے، یہ یورپ کے مشرقی گوشے میں چھوٹی سی سلطنت ہے،

ہماری وہ سلطنتیں جو دوسری عیسائی سلطنتوں کے قبضہ میں نیم مختاری کی حالت میں ہیں، یہ ہیں،

۱۔ **مصر**، ہماری نیم خود مختار سلطنتوں میں، یہ سب سے بڑی، دولت مند اور متمدن ہے، علم و فن کا یہاں بڑا چرچا ہے، انگریزوں نے اسکو اپنے انتظام میں لے رکھا ہے، قاہرہ اس کا پایہ تخت ہے، ایک کرور یہاں مسلمان ہیں، موجودہ بادشاہ کا نام فاروق ہے،

۲۔ **عراق**، یہ بھی انگریزوں کی نگرانی میں ہے، بغداد اس کا پایہ تخت ہے، ملک غازی اس کے موجودہ بادشاہ کا نام ہے، ملک کی آبادی چالیس پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہو گی،

۳۔ **مراکش** ۔ یہ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی بہت پرانی سلطنت ہے، ایک زمانہ سے فرانسیسیوں نے اپنا ماتحت بنا کر اسکو بے بس کر رکھا ہے، ایک کرور کی آبادی ہو گی

۴۔ اسی کے قریب مسلمانوں کی ایک اور چھوٹی سی حکومت تونس کی ہے، جہاں کے بادشاہ کو بائی کہتے ہیں، بیس لاکھ کی مردم شماری ہوگی،

افریقہ میں مسلمانوں کی کئی ریاستیں ہیں، ان میں سب سے بڑی نائیجریا ہے، جہاں ایک کروڑ مسلمان رہتے ہیں، اور اس کے بادشاہ کو سلطان کہتے ہیں،

ان کے علاوہ عرب میں، حضر موت، مکلا، بحرین، عمان، شرق اردن وغیرہ انگریزوں کی کئی ماتحت ریاستیں ہیں،

ہندوستان میں بھی حیدرآباد، بھوپال، بہاول پور، رام پور، خیرپور، چترال اور جوناگڈھ وغیرہ مسلمان ریاستیں ہیں، لیکن یہ بالکل ہی انگریزوں کے ماتحت ہیں، اور انگریزی ریزیڈنٹ کی نگرانی میں مسلمان حاکم کام کرتے ہیں،

اب آئندہ زمانہ نوجوان مسلمانوں کے بہادرانہ کارناموں کے انتظار میں ہے،

(۲)

تاریخی سبق

اب ہم سرے پر آگئے ہیں، چودہ سو برس کی تاریخ ختم ہو رہی ہے، اور یہ کتاب تمام ہونے کو ہے، لیکن آخری ورق الٹنے سے پہلے آؤ تھوڑی دیر کے لئے اس ساری داستان پر پھر ایک نظر ڈال لیں، اور دیکھیں کہ چودہ سو برس کی یہ کہانی ہمیں کیا سبق دیتی ہے،

کتاب کے شروع میں تم پڑھ چکے ہو کہ پہلے ساری دنیا میں کیسا اندھیرا پھیلا ہوا تھا، پھر تم نے دیکھا کہ مکہ سے ایک سورج نکلا جس نے دیکھتے دیکھتے ساری دنیا

کو جگمگا دیا، جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صفا پر کھڑے ہو کر اللہ کی پکار سنائی، تو دنیا ہنسی اور لوگوں نے مذاق اڑایا، کہ اس حوصلہ کو دیکھئے اور اون کو دیکھئے اس فقیری اور غریبی پر دنیا کی اصلاح کی آرزو، دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ہے، لیکن چند ہی برس میں دشمنوں کے سر جھکے ہوئے تھے، اور ساری دنیا قدموں کے نیچے تھی، عرب کے بدوؤں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے اور ساری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجنے لگا، ایک طرف عروج و ترقی کی یہ انتہا، دوسری طرف زوال جو شروع ہوا تو ایسا کہ آج کہیں سر چھپانے کو بھی جگہ نہیں ملتی، آؤ ذرا ٹھہر کر سوچیں کہ اس عروج و زوال کا راز کیا ہے،

اصل بات یہ ہے کہ بلا کسی اچھے اور بلند خیال کے انسان صرف ذرا ذرا سی باتوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے، یہی حال عرب کا بھی تھا، لیکن اسلام نے بتایا کہ آدمی اور جانور میں فرق ہے، کھاتے پیتے تو جانور بھی ہیں، پھر اگر آدمی بھی صرف اسی کا ہو جائے تو اس میں اور جانور میں کیا فرق رہا، اب تک لوگ یہ سمجھتے تھے کہ بس یہی زندگی سب کچھ ہے، اس کے بعد نہ کہیں حساب ہے، نہ کتاب، نہ عذاب ہے نہ ثواب، نہ جنت ہے، نہ دوزخ، انسانوں کی یہی وہ سب سے بڑی غلطی تھی جس نے انہیں صدیوں گمراہ رکھا، اور ان کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر کر دی، وہ چوری کرتے، ڈاکے ڈالتے، لوگوں کی جانیں لیتے اور جو کچھ ان کے جی میں آتا کرتے رہتے، لیکن کبھی دل میں کھٹک بھی نہ ہوتی، اور ہوتی بھی کیوں، وہ تو آخرت کے قائل ہی نہ تھے، انھیں ڈر تو جب ہوتا جب وہ یہ سمجھتے کہ اس چار دن کی زندگی کے بعد ایک دوسری دنیا میں جانا ہے، اور ایک ایسے حاکم کے سامنے بھلائی، برائی اور نیکی بدی کا ذرا ذرا سا حساب دینا ہے جس کے سامنے نہ رشوت چل سکتی ہے نہ سفارش کام دے سکتی ہے، نہ کوئی چیز چھپ سکتی ہے،

چھپا کھلا سب اُس کے سامنے ہے، وہاں ہر چیز کا پورا پورا حساب ہوگا، پھر یا تو آرام چین کی زندگی شروع ہو گی یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ میں جلنا اور تکلیف اٹھانا ہوگا، اسلام نے صفائی سے کہا کہ دنیا کی زندگی کو ایک کھیل تماشا سمجھو، جہاں آنکھ بند ہوئی یہ قصہ ختم، اُس نے کہا یہ کتنی بڑی نادانی ہے، کہ ہم اس چار دن کی زندگی پر اتنا پھولیں کہ اپنی اصلی زندگی کو خراب کر لیں،

اسلام نے کچھ اس طرح یہ باتیں سنائیں کہ ایک ایک لفظ دل میں اتر گیا، اور اللہ کا دھیان اور آخرت کا خیال دماغ میں ایسا رچ گیا کہ آناً فاناً بدی اور بدکاری کی عادتیں چھوٹ گئیں، اور لوگ شیطانوں کی جماعت سے نکل کر فرشتوں کی صف میں آ بیٹھے، اب نہ دنیا کی ان کے نزدیک کوئی قدر تھی نہ اسکی زندگی کی کوئی قیمت، اللہ کی رضامندی ان کا مقصد اور آخرت کی طلب ان کی غرض تھی، زندہ رہے تو اس لئے کہ اس کا کلمہ بلند ہو، اور جان دیتے تو دم اُسی کے نام پر نکلتا، خیال یعنی ایمان اور عقیدہ کی اس تبدیلی نے زندگی کا رخ بدل دیا، اور دم کے دم میں وہ ذلت کے گڈھے سے نکل کر عزت کے تخت پر جا بیٹھے، پہلے جن کے سامنے ان کے سر جھکتے تھے، اب وہی ان کے پیچھے ہاتھ باندھے پھر رہے تھے،

اسلام کی شروع کی ساری تاریخ پڑھ جاؤ تمھیں قدم قدم پر ایمان وعقیدہ کی یہی شان نظر آئے گی، اور معلوم ہو گا کہ اسی کے زور میں مسلمان بڑھے چلے جا رہے ہیں، لیکن بعد کو ایمان میں پھر کمزوری آنے لگی، اللہ کا خیال کم ہوا، اور آخرت کی جگہ دنیا کی محبت بڑھی، حکومت وسلطنت کی ہوس اور مال و دولت کی آرزو نے عقل کو اندھا اور دل کو سیاہ کر دیا، اور بات بات پر جھگڑے فساد ہونے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ

سلطنت سیکڑوں حکومتوں میں بٹ گئی، اور ایک قوم کے ہزاروں فرقے ہو گئے،
حضرت عثمانؓ کی شہادت سے یہ فتنہ شروع ہوا، اور آج تک قائم ہے، کہیں امیروں سے بغاوت ہے، کہیں سرداروں کے خلاف کارروائی ہے، کہیں لیڈروں پر طعنے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے، اور گھر گھر فساد ہو رہا ہے،
تمھارے سامنے دونوں نمونے ہیں، تم نے دیکھا کہ ایمان کے زور نے مٹھی بھر آدمیوں کو ساری دنیا پر فتح دی اور دم کے دم میں عرب کے بدو قیصر و کسریٰ کے تخت پر جا بیٹھے اور اب یہ بھی تمھارے سامنے ہے کہ ایمان کی کمزوری نے کروڑوں کی قوم کو غلام و ذلیل بنا رکھا ہے،
آؤ تاریخ کی اس روشنی میں ہم اپنے ایمان کو مضبوط کر لیں، اور ایک بار پھر دنیا کے اندھیرے میں اجالا کر دیں،

لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ہراساں اور غمگین مت ہو، اگر ایمان والے ہو تو بلندی تمھارے ہی لئے ہے،

سلسلۂ دار المصنفین

(۵۰)

ہماری بادشاہی

یعنی آغاز اسلام سے لیکر عرب، مصر، [illegible]
افغانستان وہندوستان، روم واندلس کی پوری مختصر اسلامی تاریخ

از

مولوی عبد السلام صاحب قدوائی، ندوی

مدرس دار العلوم ندوة العلماء، لکھنؤ

اسلامی مدرسون کے بچون کے لئے لکھی گئی،

باہتمام: مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڈہ مین چھپی

طبع سوم

سنہ ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۲ء

۲۵۰۰